عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۴۳ | ۹ تا ۱۵ محرم الحرام ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ جولائی ۲۰۲۴ء | شمارہ: ۲۷

دینی تعلیم پر اعتراضات اور ہماری ذمہ داری

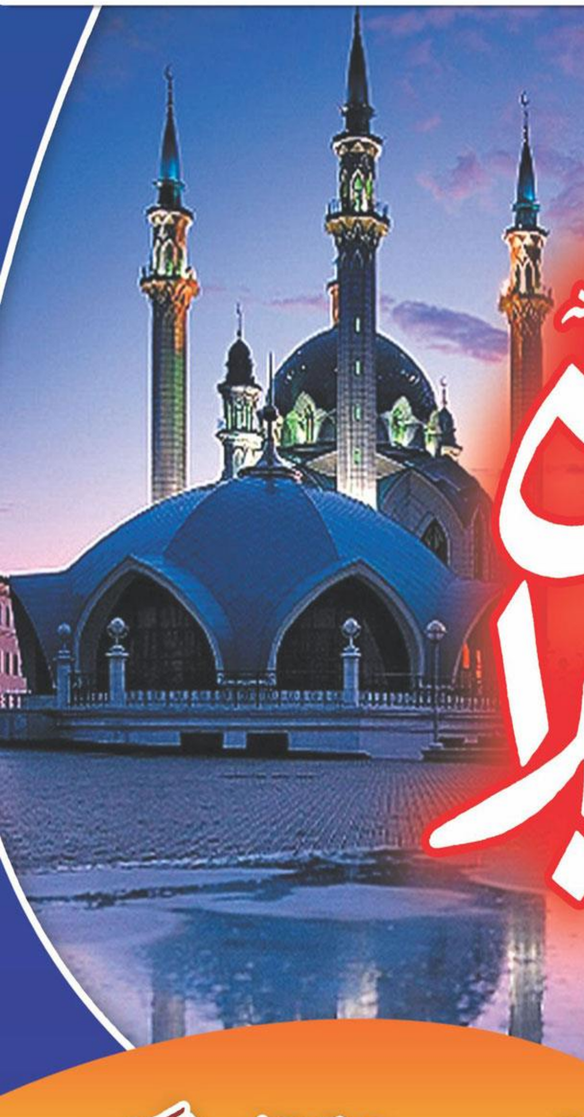

حضرت امام عالی مقام

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور واقعۂ کربلا

مجیب الرحمٰن شامی سے چند گزارشات

ایمان و یقین کے تقاضے

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

میراث کے سامان کی تقسیم

س:....میرا نکاح ۲۵ رفروری ۲۰۰۹ء کو ہوا، جس سے میرے تین بچے (دو بیٹیاں اور ایک بیٹا) ہے۔ میری بیوی کا انتقال ۵ راگست ۲۰۱۷ء کو کینسر کی وجہ سے ہوگیا تھا۔ میری بیوی کے والدین حیات ہیں۔ آپ سے درخواست یہ ہے کہ میری بیوی جو سامان (زیورات، فرنیچر، کپڑے، برتن اور دیگر گھریلو استعمال کا سامان شامل ہے) میراث کی صورت میں چھوڑ کر گئی ہیں۔ اس میراث کے سامان کو کس طرح تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) درج بالا سامان کی قیمت شادی کے وقت کی لگائی جائے گی یا آج کے وقت کے مطابق لگائی جائے گی۔

(۲) میراث کن کے درمیان اور کس شرح سے تقسیم ہوگی۔

(۳) ورثا میں میرے علاوہ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا موجود ہیں، اس کے والد، والدہ، پانچ بہنیں اور دو بھائی بھی موجود ہیں۔

(۴) اگر میری بیوی کے والدین، بہن، بھائی میراث میں آنے والی رقم یا حصہ نہ لیں تو اس صورت میں میرے لئے شریعت کے مطابق کیا حکم ہوگا؟

ج:....صورت مسؤلہ میں آپ کی مرحومہ بیوی کی ملکیت میں موجود تمام اشیاء مثلاً زیورات، فرنیچر، برتن، کپڑے یا دیگر سامان ہر چھوٹی بڑی چیز ترکہ ہے اور یہ ترکہ تمام ورثاء میں شرعی حصوں کے مطابق تقسیم ہوگا۔ مرحومہ کے ورثاء شرعاً شوہر، بچے اور والدین ہیں۔ ان کی موجودگی میں بہن بھائیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ لہٰذا مرحومہ کے کُل ترکہ کو ۴۸ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، جس میں ۱۲ حصے شوہر کو ۸ حصے والد کو اور ۸ حصے والدہ کو جبکہ ۱۰ حصے بیٹے کو اور ۵ حصے ایک بیٹی کو، ۵ حصے دوسری بیٹی کو ملیں گے۔ اب آپ کے سوال کا ترتیب وار جواب یہ ہے کہ:

۱:...سامان کی موجودہ قیمت کا اعتبار کیا جائے گا، جو چیز جس حال میں ہے، اُسی حالت کا اعتبار کیا جائے گا۔

۲، ۳:...شرعی ورثاء کے حصے مذکورہ بالا طریقہ پر تقسیم کئے جائیں گے۔

۴:...اگر کوئی شرعی وارث اپنا حصہ دوسروں کے حق میں چھوڑ دے تو جس کے حق میں چھوڑا ہے صرف اُسی کو ہی ملے گا۔ اس لئے یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ کس کو اس کا چھوڑا ہوا حصہ دیں۔ اگر تینوں بچوں کے حق میں چھوڑا ہے تو تینوں کو برابر برابر تقسیم کر دیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

مجلس

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی،

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۴۳ ۹ تا ۱۵ محرم الحرام ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ جولائی ۲۰۲۴ء شمارہ: ۲۷

سرپرست

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

جناب مجیب الرحمٰن شامی کی خدمت میں!	۵	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
امام عالی مقام سیّدنا حضرت حسینؓ	۱۲	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
دینی تعلیمات پر اعتراضات	۱۵	حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ
ایمان ویقین کے تقاضے	۱۷	مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ
حضرت سیّدنا عثمان ذوالنورینؓ (۳)	۲۲	تلخیص: مولانا محمد قاسم رفیع
دعوتی وتبلیغی اسفار	۲۵	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
ضروری وضاحت	۲۷	حضرت مولانا عزیز احمد مدظلہ

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر

فی شمارہ: ۲۵ روپے، ششماہی: ۶۰۰ روپے، سالانہ: ۱۲۰۰ روپے

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِنبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمہ اللہ ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ

قسط:۸۵ فصل:... ۲ہجری کے واقعات

۵.... ایک مسئلے کا اعلان:.... اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو حکم فرمایا کہ مدینہ میں اعلان کردو کہ: ’’جس شخص نے کچھ کھاپی لیا ہو، وہ باقی دن کچھ نہ کھائے پیئے، اور جس شخص نے (طلوعِ سحر کے بعد سے) کچھ نہ کھایا پیا ہو، وہ روزہ رکھے۔‘‘ اس کا قصہ یہ ہوا تھا کہ ۲۹رذوالحجہ کو چاند نظر نہیں آیا تھا، اور جب محرّم کی ۹رتاریخ ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کچھ لوگوں نے شہادت دی کہ ہم نے ۲۹رکو چاند دیکھا ہے، اور اس حساب سے آج محرم کی دسویں تاریخ ہے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو اِعلان کا حکم فرمایا۔ قسطلانی نے شرح بخاری میں تصریح کی ہے کہ اس منادی کا نام ہند بن اسماء بن حارثہ الاسلمی تھا۔

۶:.... روزۂ رمضان کی فرضیت:.... اسی سال تحویلِ قبلہ کے ایک ماہ بعد نصف شعبان کو ماہِ رمضان کے روزے فرض ہوئے، اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے ٹھیک اٹھارہ ماہ بعد کا واقعہ ہے۔

۷:.... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود پڑھنے کا حکم:.... اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود پڑھنے کا حکم آیا اور یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی: ’’اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔‘‘ (الاحزاب:۵۶) ترجمہ:.... ’’اللہ تعالیٰ اور فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر، اے ایمان والو! رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر۔‘‘ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

علامہ شامیؒ اپنی سیرت میں ’’صلوٰۃ وسلام‘‘ کے ابواب میں فرماتے ہیں کہ: اس حکم کا نزول شعبان ۲ھ کی پندرھویں شب کو ہوا۔

۸:.... نماز میں سلام وکلام کی ممانعت:.... اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ بدر کے لئے تیار ہونے سے قبل نماز میں سلام و کلام کی ممانعت کا حکم نازل ہوا، قبل ازیں نماز میں ایک دُوسرے سے بات کرنے اور ’’السلام علیکم‘‘ کہنے (اور اس کا جواب دینے) کی اجازت تھی، پس یہ آیتِ مقدسہ نازل ہوئی: ’’وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ۔‘‘ (البقرۃ:۲۳۸) ترجمہ:.... ’’اور اللہ کے سامنے باادب (خاموشی سے) کھڑے رہو۔‘‘ اس کے بعد نماز میں سلام وکلام سے رُک گئے، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

۹:.... صدقۂ فطر کا وجوب:.... اسی سال نمازِ عید سے دو دن پہلے صدقۂ فطر کا حکم ہوا، ابھی تک زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی تھی (یہ ایک قول ہے اور زیادہ راجح (قول) یہ ہے کہ زکوٰۃ ہجرت کے پہلے سال فرض ہوئی، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

(جاری ہے)

اداریہ

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

قادیانیوں کی وکالت پر
جناب مجیب الرحمٰن شامی سے چند گزارشات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

نامور، کہنہ مشق، صحافی جناب مجیب الرحمٰن شامی نے دنیا نیوز کے پروگرام ’’نقطہ نظر‘‘ میں ۲۴؍جون ۲۰۲۴ء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: (۱) ’’ایک اقلیت تو ایسی ہے کہ ہم اس کا نام ہی نہیں لے سکتے جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں اور ہم انہیں قادیانی کہتے ہیں۔ (۲) ان کی زندگی اجیرن کی ہوئی ہے۔ (۳) آپ کو قربانی نہیں کرنے دیں گے، آپ کو نماز نہیں پڑھنے دیں گے، آپ کے بکرے جو ہیں ہم اٹھا کے لے جائیں گے، آپ نے ۵۰ ہزار کا خریدا ہے، ہم اسے ۲۵ ہزار کا واپس لے لیں گے۔ یہ کیا تماشا ہے؟ (۴) اور آپ کو عبادت گاہ نہیں بنانے دیں گے۔ او بھائی! آپ بیٹھیں۔ ہمارے حافظ نعیم الرحمٰن صاحب، حضرت مفتی فضل الرحمٰن صاحب اور منیب الرحمٰن صاحب اور تقی عثمانی صاحب یہ بیٹھیں۔ (۵) خدا خوفی کریں۔ (۶) ان کی بھی حدود و قیود طے کر دیں۔ اس طرح نہ کریں کہ یہ پاکستان کو ہندوستان بنا دیں۔ ہندو یاتروں والے یہاں دندناتے پھریں اور آپ چین سے بیٹھے رہیں۔ ہر شخص جو پاکستان کا شہری ہے خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو، کسی نسل سے تعلق رکھتا ہو، کسی علاقے کا رہنے والا ہو اس کی جان اس کے مال، اس کی آبرو کی حفاظت حکومت پاکستان کی اور ریاست پاکستان کی اوّلین ذمہ داری ہے۔ (۷) یہ جو قادیانی حضرات ہیں، ان کے ساتھ بھی بیٹھیں۔ ان کی باتیں سنیں۔ ان کو آپ نے دستوری طور پر ایک اقلیت قرار دیا ہے اور غیر مسلم قرار دیا ہے، ان کی بات سنیں۔ ان کے اپنے شہری حقوق ہیں۔ ان کا احترام کریں۔ تو اس لئے اب وقت آ گیا ہے کہ ہم یہ خوف کی چادر جو ہے اس کو اتار پھینکیں اور جو بات حقیقت ہے اس کو بیان کریں اور اس سے نہ ڈریں۔ نہ ہجوم سے ڈریں اور نہ بے لگام مذہبی رہنماؤں سے ڈریں۔‘‘

دنیا نیوز چینل پر جس مسلمان نے جناب شامی کا مذکورہ بالا بیان سنا وہ ششدر رہ گیا کہ اتنی تو تو، میں میں، جارحانہ گفتگو، اشتعال انگیز زبان، توہین آمیز طرز تخاطب، اس عمر میں جناب شامی صاحب کی شایان شان نہیں تھا۔ چنانچہ اس پر بعض حضرات کا سوشل میڈیا پر شدید ردعمل آیا۔ بعض حضرات نے اسے قادیانیوں کی وکالت پر محمول کیا۔ بعض حضرات نے کہا کہ قادیانی لابنگ کے اثرات اس گفتگو کے ایک ایک لفظ سے ٹپکتے ہیں۔ تحریک لبیک کے بعض حضرات کے شامی صاحب کی اس گفتگو پر ریمارکس تو جواب آں غزل قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

جناب شامی صاحب نے ان نوجوانوں کی گفتگو کو ’’بدتمیزی‘‘ سے تعبیر کیا۔ جناب شامی صاحب کی یہ گفتگو جس میں ’’بے لگام مذہبی رہنماؤں‘‘ کے الفاظ استعمال کئے۔ ان کے متعلق نرم سے نرم الفاظ میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ الفاظ جس لابی نے ان کے منہ میں ڈالے ہیں یہ بلاوجہ نہیں۔ ورنہ اس عمر میں

ان کے اس طرز تخاطب کو آبرومندانہ کہنا بہت مشکل ہورہا ہے۔ جناب شامی صاحب کو نہیں بھولنا چاہئے کہ اگر کوئی چاہتا ہے میرا احترام سے نام لیا جائے تو اس کا بھی فرض بنتا ہے کہ خود بھی احترام کا دامن نہ چھوڑے۔ ورنہ یہی ہوگا جس کا آپ نے سامنا کیا:

ہے یہ گنبد کی صدا، جیسی کہو ویسی سنو!

جماعت اسلامی کے امیر محترم حافظ نعیم الرحمٰن، جمعیت علماء اسلام کے امیر محترم مولانا فضل الرحمٰن، تنظیم المدارس العربیہ کے سربراہ مولانا مفتی منیب الرحمٰن، وفاق المدارس العربیہ کے سربراہ مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم ایسے گرامی قدر اور ذی وقار جید علماء کرام کے متعلق شامی صاحب کی عامیانہ گفتگو کو جتنا بھی نرم الفاظ میں بیان کریں، تب بھی سوقیانہ انداز تخاطب باعث تعجب ہی نہیں باعث ندامت بھی ہے۔

حیرانگی اس امر پر ہے کہ انہوں نے اپنے ذوق جنوں کی تسکین یا قادیانیوں کی وکالت میں جو آتش بیانی کی، لگتا ہے کہ شامی صاحب نے قادیانیوں کی وکالت میں حقائق کو جس بری طرح مسخ کیا ہے، اس کے پس منظر میں کیا کیا عوامل کام کررہے تھے۔ ذرا سوچئے! ہم نے اس پر نمبر لگا دیئے ہیں۔ قارئین نمبروار ان کا جائزہ لیں: ۱...... ’’ایک اقلیت تو ایسی ہے کہ اس کا نام ہی نہیں لے سکتے جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں اور ہم انہیں قادیانی کہتے ہیں‘‘

جناب شامی صاحب نے ایک ہی جملہ کے اوّل اور آخر میں دو متضاد باتیں فرمادیں کہ ان کا نام نہیں لے سکتے اور پھر اس جملہ کے آخر میں ان کا نام احمدی اور قادیانی ذکر کردیا۔ اس تضاد بیانی کو کیا نام دیا جائے؟ اور اس میں انہوں نے اس حقیقت کو بھی نظرانداز کردیا کہ قادیانی صرف خود کو احمدی نہیں کہتے بلکہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں کو مسلمان اور حضور علیہ السلام کے ماننے والوں کو کافر گردانتے ہیں۔ اگر آپ نے سچ کہنا تھا تو پورا سچ بولتے کہ عیسائی، یہودی، ہندو، سکھ تمام مذاہب کے رہنما اور پیروکار حضور علیہ السلام کی امت اور آپ ﷺ کے پیروکاروں کا یہ حق تسلیم کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے ماننے والے مسلمان ہیں۔ ایک قادیانی اقلیت ایسی ظالم ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کے ماننے والے مسلمانوں کو کافر اور مرزا قادیانی کے ماننے والے کافروں کو مسلمان کہتی ہے۔

۲...... آپ نے فرمایا کہ: ’’ان کی زندگی اجیرن کی ہوئی ہے۔‘‘ تمام تر احترام کے باوجود جناب شامی صاحب کا یہ کہنا سراسر قادیانی غلط بیانی کا شاہکار ہے۔ پاکستان میں قادیانی کاروبار کررہے ہیں۔ ان کی ملیں ہیں، ان کی فیکٹریاں، دکانیں، مکانات، جائیدادیں ملازمتیں ہیں، ان پر کوئی روک ٹوک نہیں۔ اس کے علی الرغم باہر کے ویزے لینے کے لئے قادیانی جماعت کی قیادت دروغ گوئی کے ذریعہ سے پاکستان کو بدنام کرتی ہے۔ مغربی اداروں (اقوام متحدہ، آئی ایم ایف) کے سامنے اپنی نام نہاد مظلومیت کی فرضی داستانیں وضع کرکے پاکستان کے لئے مشکلات کھڑی کرتے ہیں۔ ان کی اس پاکستان دشمنی کو سپورٹ کرتے ہوئے، شامی صاحب کا کہنا کہ: ’’ان کی زندگی اجیرن کی ہوئی ہے۔‘‘ پاکستان کو بدنام کرنے میں قادیانیوں کے الزام کو حقیقت کے روپ میں پیش کرنے کی جناب مجیب الرحمٰن شامی سے توقع نہ تھی۔ اس پر سوائے اظہار افسوس کے اور کیا کہا جائے؟

۳...... آپ کا یہ کہنا کہ: ’’قربانی نہیں کرنے دیں گے، نماز نہیں پڑھنے دیں گے، بکرے اٹھالے جائیں گے، ۵۰ ہزار کا خریدا ہے پچیس ہزار کا واپس لیں گے۔‘‘

جواباً عرض ہے کہ قرآن مجید کی رو سے قربانی شعائر اسلام میں سے ہے۔ قادیانی اپنے کفر کو اسلام ثابت کرنے کے لئے قانوناً اسلامی شعائر استعمال نہیں کرسکتے۔ کیا آپ ان کو لائسنس مہیا کرنا چاہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو کافر قرار دیں اور اسلامی شعائر کو استعمال کرکے اپنے کفر کو اسلام ثابت کریں اور ایک اسلامی ملک میں کفر و اسلام کے امتیاز کو پائمال کریں۔ قادیانیت اور اسلام میں رات اور دن، اندھیرے اور روشنی، زمین اور آسمان سے زیادہ تفاوت ہے۔ قادیانی اس تفاوت کو مٹانے کے درپے ہیں۔ اس امر میں قادیانی موقف کی حمایت کا کیا جواز ہے؟ کاش! اس پر غور کیا ہوتا۔

۴......آپ کا یہ کہنا کہ: ’’بکرے اٹھا کرلے جائیں گے‘‘ یہ محض قادیانیوں کا غلط پروپیگنڈہ ہے۔ جان بوجھ کر انہوں نے مسلمانوں کو بدنام کرنے اور خود کو مظلوم ثابت کرنے کے لئے مرزا قادیانی کی کذب بیانی کے ریکارڈ کو بھی مات کیا ہوا ہے۔ کہیں پر ایسے ہوا؟ اس کی کوئی مثال؟

یہ تمام تر قادیانی ملعونانہ پروپیگنڈہ ہے۔ جہاں کہیں اس قسم کی داستان وضع کی گئی، چیلنج سے کہا جاسکتا ہے کہ وہاں قادیانیوں کی اپنی شرارت، کذب بیانی، مکروفریب اور دھوکہ دہی کا رقص آپ کو نظر آئے گا۔ قادیانی خود ہی سازش کرتے ہیں، خود ہی اپنے کارندوں کے ذریعہ ماحول بنا کر اپنی فرضی مظلومیت سے پاکستان کو بدنام اور خود کو باہر کے ویزوں سے مالا مال کرتے ہیں۔ قادیانی پروپیگنڈہ اور جناب شامی صاحب کا اس کی تائید کرنا یہ وہ شاخسانہ ہے کہ اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

۵......آپ کا فرمانا: ’’آپ کو عبادت گاہیں نہیں بنانے دیں گے‘‘ قادیانی خود کو غیر مسلم تسلیم کریں، اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش کے مطابق اپنی عبادت گاہ کو مسجد کی طرز پر نہ بنائیں، اپنی عبادت گاہ کو مسجد نہ کہیں۔

لیکن قادیانی خود کو مسلمان ثابت کرنے کے لئے، اپنی عبادت گاہ کو مسجد کی طرز و ہیئت اور مسجد کا نام دیتے ہیں، جو سراسر قانون کی خلاف ورزی ہے۔ اور شامی صاحب! ان کے اس غیر اسلامی، غیر قانونی طرز عمل پر ان کو روکنے کی بجائے مسلمانوں پر چڑھائی شروع کردیں تو سوچنے کی بات ہے کہ شامی صاحب کفر کی حمایت کر رہے ہیں یا اسلام و ملک کی خدمت کر رہے ہیں؟

دنیا بھر میں کوئی مسیحی اپنے چرچ کو مسجد اور کوئی مسلمان اپنی مسجد کو چرچ نہیں کہتا۔ کہیں کوئی ایسا واقعہ نہ ہوا اور نہ ہوگا۔ نہ دور دور تک اس کا کوئی خدشہ ہے۔ رہے قادیانی تو وہ اپنے کفر کو اسلام اور اسلام کو کفر کہیں، اپنی عبادت گاہ کو مسجد کی ہیئت وطرز پر بنائیں اور اس کو مسجد کا نام دیں جو پاکستان کے قانون، سپریم کورٹ کے فیصلوں کے بھی منافی ہے اور اس پر جناب شامی صاحب آپے سے باہر ہو کر فرمائیں کہ ان کو کیوں عبادت گاہیں نہیں بنانے دیتے؟

کراچی کے صرف صدر کے علاقہ میں چھ چرچ ہیں۔ ایک ایک چرچ کئی کئی کنالوں کے رقبہ پر مشتمل ہے۔ کہیں کسی نے اعتراض کیا؟ وہ تمام جگہ چرچ کے نام پر ہے۔ قادیانی تمام عبادت گاہوں کی زمین مساجد کے نام پر ہے یا قادیانیوں کے گھر اور سکنی رقبہ ہے۔ اپنے گھر کو یا مسجد کے نام پر جگہ کو اپنی عبادت گاہ قرار دیتے ہیں، جس سے اشتعال پھیلتا ہے۔ خود کو غیر مسلم تسلیم کریں۔ اپنی عبادت گاہ کو مسجد کے علاوہ کسی نام سے رجسٹرڈ کرائیں۔

اگر ان کی طرز تعمیر مسجد کی طرز و ہیئت پر ہو، نقشہ منظور کرا کر تعمیر نہ کرائیں اور شرارت سے غیر قانونی حرکت کریں، مسجد کی جگہ کے نام سے الاٹ شدہ قطعہ پر یا اپنے گھر کے سکنی رقبہ پر عبادت گاہ تعمیر کریں۔ جو آئین، قانون، اخلاق اور انتظامی لحاظ سے یکسر منافی اور اس پر شامی صاحب کا پروپیگنڈہ اور وکالت، کیا یہ بلاوجہ ہے؟ اس پر اسلامیان وطن غور فرمائیں۔

۶......آپ کا فرمانا: ’’خدا خوفی کریں۔‘‘

آپ سے بھی یہی درخواست ہے کہ کفر بواح کی ناجائز وکالت کر کے پاکستان کو بدنام کرتے ہوئے ’’خدا خوفی کریں۔‘‘

۷......آپ کا فرمانا: ’’ان کی حدود وقیود طے کریں‘‘ قادیانیوں کی حدود وقیود قانون نے طے کردی ہیں کہ وہ غیر مسلم ہیں۔ قادیانی خود کو ان حدود وقیود کا پابند بنائیں۔ آئین وقانون کو تسلیم کریں۔ کہیں ان سے زیادتی ہورہی ہے تو وہ عدالت جائیں۔ جن سے زیادتی ہو وہ عدالت جاتا ہے، وہ جائیں عدالت۔ مسلمانوں اور قادیانیوں کا موقف سن کر فیصلہ عدالتیں دے چکی ہیں۔ ان پر عمل کرنا ایک وفادار محب وطن شہری کا فرض ہے۔ اس سے ان کو کوئی شکایت ہے تو خود کو غیر مسلم رجسٹرڈ کرائیں۔ ہندو، سکھ، مسیحی، بدھ مت وغیرہ مذاہب سے کسی کو کوئی تنازعہ نہیں۔ ان کی عبادت، ان کے عقائد وہ سب پر واضح ہیں۔ قادیانیوں کا مسلمانوں کے شعائر پر قبضہ اور وہ بھی غاصبانہ، اس لئے کہ ان شعائر پر چودہ سو سال سے اسلام کی ملکیت کا ٹھپہ، امت

مسلمہ کی شناخت کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔قادیانی مسلمانوں کی ملکیت اور شناخت مجروح کر کے خود ان کے مالک بن بیٹھیں اور مسلمانوں کو بے دخل قرار دے دیں اور جناب مجیب الرحمٰن شامی ان کے اس طرز عمل کی وکالت پر غم وغصہ اور جلال وجاہ کی آتش بیانی کا منظر قائم کریں۔ہم مسکینوں کو چیلنج کرنے کی بجائے بتایا جائے کہ آخر اس کا کوئی جواز ہے؟

۸......آپ کا فرمانا کہ:’’یہ جو قادیانی حضرات ہیں ان کے ساتھ بیٹھیں، ان کی باتیں سنیں، دستوری طور پر ان کو ایک اقلیت قرار دیا ہے۔ان کے حقوق کا احترام کریں۔‘‘

محترمی! آپ کے جذبات یا مفادات یا آپ کو جو تیاری کرائی گئی اس کا اظہار تو آپ کو مبارک ہو،لیکن واقعات دوسری کہانی بیان کرتے ہیں۔

۱......قادیانیوں کا قائداعظم کے جنازہ پر موجود ہونے کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ نہ کھڑا ہونا۔

۲......پاکستان کو اکھنڈ بھارت بنانے کے بھاشن دینا۔

۳......گورداسپور کو ہندوستان کے سپرد کر کے اس کو کشمیر کے لئے راستہ دینا۔

۴......قومی اسمبلی میں ان کا ہفتوں موقف سننے کے بعد اسمبلی کا متفقہ فیصلہ کرنا۔

۵......درجنوں بار، مہینوں سپریم کورٹ کا ان کے موقف کو سننا اور ان فیصلوں پر مسلمانوں کا اظہار اطمینان کرنا۔

۶......قادیانیوں کا قومی اسمبلی اور سپریم کورٹ کے فیصلوں کو پاؤں تلے حقارت سے روندنا۔

۷......مسلمانوں کا جنازہ نہ پڑھنا۔ ۸......مسلمانوں سے رشتہ نہ کرنا۔ ۹......مسلمانوں کو بیک جنبش قلم کافر قرار دینا۔

۱۰......دنیا بھر میں پاکستان کو بدنام کرنا اور پاکستان میں سب سے زیادہ سرکاری رعایات سمیٹنا اس کے باوجود آپ فرماتے ہیں کہ ان کے حقوق کا خیال رکھا جائے؟

یہ سب کچھ بلاوجہ نہیں:

آج سے مہینوں پہلے ایک صدا کا اٹھنا کہ:

۱......قانون میں ابہام ہے۔ ۲......قادیانیوں کے متعلق سپریم کورٹ جانا چاہئے۔

۳......سپریم کورٹ سے ایک کیس کا متنازعہ فیصلہ آنا۔ ۴......اس کی نظرثانی کی سماعت کا مکمل ہو جانا اور فیصلہ میں تاخیر کا ہونا۔

۵......وزیراعظم کی طرف سے چاروں صوبائی ہوم سیکرٹریز حضرات کو قادیانیوں کی اچانک حفاظت کا حکم نامہ جاری کرنا۔

۶......جناب سبزواری صاحب کا سینیٹ میں قادیانی موقف کی ترجمانی کرنا۔

۷......جیو نیوز پر پروگرام ’’آج شاہ زیب خانزادہ کے ساتھ‘‘ میں قادیانیوں کی فرضی مظلومیت کا واویلا کرنا۔

۸......سندھ حکومت کا قادیانیوں کے متعلق آئی۔جی کو حکم کرنا۔ ۹......امریکہ کا قادیانیوں کی حمایت میں بولنا۔

۱۰......وفاقی وزارت داخلہ کا مبینہ طور پر عقیدہ ختم نبوت کی خدمات سرانجام دینے والوں کی فہرستیں تیار کرانے کا حکم جاری کرنا۔

۱۱......غامدی ذریت کا قادیانی حمایت میں ہلکان ہونا۔

۱۲......ہمارے بہت قابل احترام رہنما کا فرمانا کہ:’’قادیانیوں کے شہری حقوق کے بارہ میں دن بدن بڑھتی چلی جانے والی کنفیوژن کا باہمی

مشاورت کے ساتھ کوئی متوازن حل نکالیں‘‘ یہ بات وہ قابل احترام بزرگ فرما رہے ہیں جو پہلے خود بارہا فرما چکے ہیں کہ:’’قادیانی جب تک آئین میں مقرر کردہ اپنی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے وہ کسی رعایت یا حقوق کے مستحق نہیں۔ان کی حیثیت آئین کے ایک باغی کی ہے۔ان کو قانون کا پابند بنایا جائے۔یہ حکومت کے ذمہ ہے۔‘‘ قابل احترام رہنما کا یہ بیان وہ بیانیہ ہے جس پر تمام دینی قیادت جمع ہے۔یہی موقف اس وفد نے جناب شامی صاحب کے سامنے رکھا جو ان سے ملنے کے لئے گیا تھا۔

۱۳......جناب شامی صاحب کا دنیا نیوز چینل پر قادیانی موقف کی وکالت کرنا اور کونوں کھدروں سے قادیانیوں کی بے جا حمایت اور فرضی مظلومیت کی جعلی کہانیوں کی بھر مار یہ سب کچھ بلاوجہ نہیں؟

قادیانی عوام سے درخواست:

قادیانی جماعت اپنی ان شرارتوں سے ایک ایسی فضا بنا رہی ہے کہ ڈھول بیٹھنے کے بعد پتہ چلے گا کہ جس پر وہ سوار تھے وہ گدھا تھا یا گھوڑا؟ اللہ تعالیٰ سے ہم پناہ مانگتے ہیں۔امریکی لابی سی پیک کی دشمنی میں ہمارے ملک میں جو حالات بنا رہی ہے ہمارا ملک ان کا متحمل نہیں۔

ہاں!عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں اگر ہمیں کہیں زنگ لگ گیا ہے اور قدرت اسے دور کرنا چاہتی ہے تو زہے نصیب!

تحریکیں کسی کے کہنے پر نہیں چلتیں،تحریک کے حالات مسلسل واقعات کے ردعمل میں بنتے ہیں پھر کوئی حادثہ تحریک کا باعث بن جاتا ہے۔تاریخ بتاتی ہے کہ ماضی میں قادیانی حماقتوں کے نتیجہ میں حالات نے تحریک کا رخ اختیار کیا۔ظفر اللہ قادیانی نے قادیانیت کو اسلام اور اسلام کو کفر کہا تو حالات نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کا روپ اختیار کیا۔قادیانیوں نے چناب نگر میں نشتر کالج ملتان کے مسلمان طلباء کو مارا پیٹا،زخمی کیا تو ۱۹۷۴ء کی تحریک نے جنم لیا۔اب قادیانیوں کی لابنگ،امریکہ،آئی ایم ایف کے ذریعہ پاکستان کے عوام کو مشتعل کرنا چاہتی ہے تو قادیانی عوام سوچیں کہ ان کے راستے میں پاکستان دشمنی کے کانٹے قادیانی قیادت کیوں بچھا رہی ہے؟

قادیانی خود بھی بچیں اور پاکستان کو بھی خوشحالی کے راستے پر چلنے دیں۔اس میں سب کا بھلا ہے۔رہی لیگ حکومت یا غامدی ذریت ان کو کچھ کہنے سے،نہ کہنا بہتر ہے۔

دس قادیانی عقائد:

شامی صاحب سے گزارش ہے:آیئے!قادیانی حوالہ جات اور ان کے نتائج پر پہلے نظر ڈالتے ہیں:

۱......’’حضرت مسیح موعود(مرزا قادیانی)کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات،رسول کریم ﷺ،قرآن،نماز،روزہ،حج،زکوٰۃ غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان(مسلمانوں)سے اختلاف ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ خلیفہ قادیان مندرجہ الفضل،ج۱۹،نمبر ۱۳،مورخہ ۳۰؍جولائی ۱۹۳۱ء)

۲......’’اس کے بعد حضرت مسیح موعود(مرزا صاحب)نے صاف حکم دیا کہ غیر احمدیوں کے ساتھ ہمارے کوئی تعلقات ان کی غمی اور شادی کے معاملات میں نہ ہوں جب کہ ان کے غم میں ہم نے شامل ہی نہیں ہونا تو پھر جنازہ کیسا۔‘‘(اخبار الفضل قادیان ج۳،نمبر ۱۲۰ مورخہ ۱۸؍جون ۱۹۱۴ء)

۳......’’خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا

کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔“ (تذکرہ مجموعہ الہامات مرزا ص ۶۰۷ طبع ۴)

۴......”جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات ص ۲۷۵، ج ۳)

۵......”کل جو مسلمان حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔“ (آئینہ صداقت ص ۳۵ مصنفہ خلیفہ قادیان)

۶......”یہ بات تو بالکل غلط ہے کہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان کوئی فروعی اختلاف ہے...... کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہوجاتا ہے ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں۔ بتاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا۔ قرآن مجید میں تو لکھا ہے: **لانفرق بین احد من رسلہ** لیکن حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے انکار میں تو تفرقہ ہوتا ہے۔“ (نہج المصلیٰ مجموعہ فتاویٰ احمدیہ ص ۲۷۴، ۲۷۵ مولفہ محمد فضل خان قادیانی)

۷......”ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا اور یا محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود (مرزا) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔“ (کلمۃ الفصل مصنفہ بشیر احمد قادیانی ص ۱۱۰)

۸......”ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔“ (انوار خلافت ص ۹۰)

۹......”(میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے) فرمایا جس طرح عیسائی بچے کا جنازہ نہیں پڑھا جاسکتا اگرچہ وہ معصوم ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک غیر احمدی کے بچے کا بھی جنازہ نہیں پڑھا جاسکتا۔“ (خلیفہ قادیان مندرجہ الفضل ج ۱۰، نمبر ۳۲، ص ۶ مورخہ ۲۳ / اکتوبر ۱۹۲۲ء)

۱۰......”پس مسیح موعود (مرزا قادیانی) خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔“ (مرزا بشیر احمد پسر مرزا قادیانی کلمۃ الفصل ص ۱۵۸)

دس نتائج:

ان قادیانی دس حوالہ جات سے یہ دس باتیں ثابت ہوئیں کہ:

۱......قادیانیوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات، حضور سرور کائنات ﷺ کی ذات، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوۃ میں مسلمانوں سے اختلاف ہے۔

۲......قادیانیوں کے نزدیک مسلمانوں کی شادی، غمی، جنازہ، میں شرکت جائز نہیں۔

۳......قادیانیوں کے نزدیک تمام مسلمان جو مرزا کو نبی نہیں مانتے سب نان مسلم ہیں۔

۴......مرزا کو نہ ماننے والا جہنمی ہے۔

۵......مرزا کو نہ ماننے والا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

۶...... قادیانیوں کے نزدیک مسلمانوں سے اختلاف فروعی نہیں اصولی ہے۔

۷......قادیانیوں کے نزدیک مرزا کا نہ ماننے والا صرف کافر نہیں بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

۸......قادیانیوں کے نزدیک مسلمانوں کو مسلمان نہ سمجھنا فرض ہے۔

۹......مسلمانوں کا نماز جنازہ حتیٰ کہ مسلمانوں کے بچوں کا بھی جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ظفر اللہ قادیانی نے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ بانی

پاکستان کا نماز جنازہ نہیں پڑھا تھا۔

۱۰......مرزا قادیانی (معاذ اللہ) محمد رسول اللہ ہے۔ ان قادیانی دس حوالہ جات سے دس نتائج برآمد ہوئے۔ ان کے ہوتے ہوئے قادیانیوں کی وکالت کرنا، شامی صاحب سے عقل، تدبر وفکر کی درخواست ہے۔ ان حوالہ جات سے شامی صاحب کو سمجھ جانا چاہئے کہ قادیانی آپ کو کیا سمجھتے ہیں اور آپ ان کے متعلق کیا وکالت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں؟ یہ بات واضح ہے کہ قادیانی مسلمانوں کی شناخت پر غاصبانہ قبضہ کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کے باوجود شامی صاحب فرماتے ہیں کہ: ’’مسلمان خدا خوفی کریں۔‘‘

شامی صاحب سے بصد ادب واحترام درخواست ہے کہ:

۱......مسلمانوں کے نزدیک حضور سرور کائنات ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ قادیانیوں کے نزدیک حضور سرور کائنات ﷺ کے بعد مرزا قادیانی بھی اللہ کا رسول اور نبی تھا۔

۲......مسلمانوں کے نزدیک رحمت عالم ﷺ کو ایمان کی حالت میں دیکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جب کہ قادیانیوں کے نزدیک مرزا قادیانی کے زمانہ میں اس کو قبول کرنے والے بھی صحابی ہیں۔

۳......مسلمانوں کے نزدیک رحمت عالم ﷺ کا خاندان اہل بیت رضی اللہ عنہم ہے۔ جبکہ قادیانیوں کے نزدیک مرزا قادیانی کا خاندان بھی اہل بیت ہے۔

۴......مسلمانوں کے نزدیک رحمت عالم ﷺ کی ازواج امہات المؤمنین ہیں جبکہ قادیانیوں کے نزدیک مرزا قادیانی کی بیوی بھی ام المؤمنین ہے۔

۵......مسلمانوں کے نزدیک مدینہ منورہ میں جنت البقیع کا قبرستان مقدس ہے، قادیانیوں کے نزدیک قادیان کا بہشتی مقبرہ بھی مقدس ہے۔

۶......مسلمانوں کے نزدیک حضور ﷺ کو نہ ماننے والا مسلمان نہیں۔ قادیانیوں کے نزدیک عالم اسلام کے کُل مسلمان جو حضور ﷺ کو مانتے ہیں یہ سب مرزا قادیانی کو نہ ماننے کی وجہ سے کافر ہیں۔

۷......مسلمانوں کے نزدیک آخرت کی نجات رحمت عالم ﷺ کی ذات اقدس کی تصدیق واتباع میں منحصر ہے۔ جب کہ قادیانیوں کے نزدیک مرزا قادیانی کو مانے بغیر آخرت کی نجات ممکن نہیں۔

۸......مسلمانوں کے نزدیک مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ قابل احترام ہیں مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا محمود دوسرا قادیانی خلیفہ کہتا ہے کہ مکہ مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہوگیا ہے اب اسلام اور روحانیت مرزا قادیانی سے وابستہ ہے اور وہ برکات قادیان میں ہیں۔

۹......مسلمانوں کے نزدیک قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا آخری کلام ہے۔ جبکہ قادیانیوں کے نزدیک مرزا قادیانی پر بھی کلام اللہ نازل ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کا آخری کلام ہے۔

۱۰......مسلمانوں کے نزدیک حدیث رسول اللہ ﷺ مشعل راہ ہے۔ جبکہ قادیانیوں کے نزدیک جو حدیث، مرزا قادیانی کے کلام کے خلاف ہے۔ وہ ردی کی ٹوکری میں ڈالنے کے لائق ہے۔ یہاں اپنی معروضات کو بند کرتے ہوئے شامی صاحب سے درخواست ہے کہ آپ کن کی وکالت پر نکلے ہیں؟ اس پر تنہائی میں غور فرمالیں تو آپ سمیت بہتوں کا بھلا ہوگا۔

قومی ڈائجسٹ کے قادیانیت نمبر کو فروخت کر کے آپ حج پر گئے تھے۔ ایک بار اب بھی سوچ لیں ایمان، ضمیر اور خوف خدا کی شرط کے ساتھ کہ قادیانیوں کی اس وکالت کے بعد آپ رسول اللہ ﷺ کے مواجہہ شریف پر حاضری کا حوصلہ رکھتے ہیں؟

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

حضرت امام عالی مقام

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور واقعہ کربلا

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

اللہ پاک نے ہمارے آقا و مولیٰ سید المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چار بیٹوں اور تین بیٹیوں سے سرفراز فرمایا۔ آپ کے فرزندان گرامی بچپن میں انتقال فرما گئے۔ آپ کی آل کا سلسلہ آپ کی لخت جگر، نورِ نظر، سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جاری ہوا۔ سیدۃ النساء کے فرزندانِ گرامی حضرت حسن، حسین رضی اللہ عنہما سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ترین شہزادے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں سے بہت محبت فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ کا معروف ارشاد گرامی ہے: ”اَللّٰھم انّی احبھما فاحبھما فاحب من یُحِبُّھُمَا۔“

ترجمہ: ”اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور ان سے بھی محبت فرما جوان سے محبت کریں۔“

حضرت حسنؓ کی ولادت نصف رمضان المبارک ۳ ہجری میں ہوئی۔ ولادت کے ساتویں دن عقیقہ کیا گیا اور سر کے بال اتار کر اس کے ہم وزن چاندی صدقہ کی گئی۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نام حسن رکھا۔ تقریباً ایک سال بعد ۴ رشعبان المعظم ۴ ہجری حضرت امام عالی مقام کی ولادت باسعادت ہوئی تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نام حسینؓ اور ساتویں دن عقیقہ کیا اور آپ کے سر کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی گئی۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں بھائیوں سے بہت محبت فرماتے تھے۔ مشہور واقعہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ حسنین کریمین گرتے پڑتے آ رہے تھے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے برداشت نہ ہوسکا اور خطبہ چھوڑ کر دونوں کو اٹھایا اور پیار کیا اور اپنے دائیں بائیں بٹھلا کر فرمایا: ”اللہ پاک نے سچ فرمایا: ”انما اموالکم واولادکم فتنہ۔“

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسا اوقات حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لاتے اور فرماتے بچے کہاں ہیں؟ یہ دوڑ کر آتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں گود میں بٹھلاتے اور پیار کرتے، ان کی کم سنی میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے پردہ پوشی فرما گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی کم سن ہی تھے۔ کم سنی کے باوجود حضرت ابوبکر صدیقؓ ان سے بہت محبت فرماتے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سن شعور کو پہنچ چکے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں سے زیادہ اہمیت دیتے۔ جب باقاعدہ بیت المال کا قیام عمل میں لایا گیا تو آپؓ نے تمام صحابہ کرامؓ اور ان کے صاحبزادگان کے وظائف مقرر فرمائے حسنین کریمین کے وظائف بڑے صحابہ کرامؓ کے وظائف کے مطابق مقرر فرمائے، جبکہ اپنے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا وظیفہ ان سے نصف مقرر فرمایا، اس پر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی کہ ابا جان! یہ حضرات پیدا نہیں ہوئے تھے کہ میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شامل ہوتا رہا۔ ان کے وظائف زیادہ اور میرا وظیفہ تھوڑا.... تو فرمایا: اُن کی اماں جیسی آپ کی اماں ہے؟، ان کی نانی جیسی آپ کی نانی ہے؟، ان کے نانا جیسا آپ کا نانا نہیں، ان وجوہ ترجیح کی بنیاد پر ان کا وظیفہ زیادہ مقرر کیا گیا۔

ایک مرتبہ یمن سے کچھ حُلّے (سوٹ) آئے جو صحابہ کرامؓ میں تقسیم کئے گئے، اتفاق ایسا ہوا کہ حسنین کریمین کے جسموں پر کوٹ سوٹ پورا نہ آیا تو آپ نے والی یمن کو حکم دیا کہ حسنین کریمین کی ناپ کے دو حُلّے بھیجے جائیں، جب وہ آئے تو ان شہزادوں نے انہیں زیب تن کیا تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں گبرو جوان تھے اور انہوں نے مختلف جہادوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ جب انہوں

نے حضرت عثمان غنیؓ کے گھر کا محاصرہ کیا تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حسنین کریمین کو حفاظت پر مامور کیا کہ باغی گھر میں نہ گھسنے پائیں۔ باغی مکان کے عقبی حصہ (پچھلے حصہ) سے داخل ہوئے اور امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بے دردی سے شہید کر دیا، جب سیدنا علی المرتضیٰؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے سخت باز پرس کی کہ تمہاری موجودگی میں امیر المومنین شہید کر دیئے گئے۔

جنگ جمل میں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے اپنے والد محترم کے لشکر میں شامل ہو کر والد محترم کا دفاع کیا۔ اختتام جنگ پر کئی میل تک ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ طیبہ پہنچانے کے لئے تشریف لے گئے۔

جنگ صفین میں جب مسلمانوں کے لشکر آمنے سامنے آئے تو آپ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو کر شامیوں کا مقابلہ کرتے رہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک فتنہ خوارج کا بھی اٹھا، آپ کی ساری مساعی اندرونی فتنوں خوارج وغیرہ کے مقابلہ میں صرف ہوئیں خارجیوں نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے رفقاء نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سفید کاغذ پر دستخط کر کے بھجوائے کہ آپ میرے حق میں دستبردار ہو جائیں تاکہ امت ایک امیر کے ماتحت ہو کر اسلام کی دعوت وتبلیغ اور جہاد کے لئے ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے مطابق: ”ابنی هذا سید یصلح بین فئتین عظمتین من المسلمین۔“

ترجمہ: ”یہ میرا بیٹا سردار ہے۔ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کرائے گا۔“ پر عمل کرتے ہوئے، حضرت امیر معاویہ کے حق میں دستبردار ہو گئے اور یوں پوری امت ایک امام کے ماتحت ہو گئی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

یہ سلسلہ چلتا رہا تا آنکہ حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو ان کے احباب و رفقاء نے انہیں مشورہ دیا کہ آپ اپنے بعد کسی کو اپنا جانشین بنا کر ان کے لئے بیعت لینا شروع کر دیں، تاکہ آپ کے بعد امت میں پھر افتراق وانتشار نہ ہو تو اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد مقرر کر دیں۔

یزید کی ولی عہدی: یزید کی ولی عہدی سے پہلے تک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حسنین کریمین کے ساتھ تعلقات خوشگوار تھے۔ حضرت امام حسنؓ نے حضرت امیر معاویہ کے حق میں دستبرداری کے وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے جو وظیفہ طے کیا تھا وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسلسل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجتے رہے۔ رجب ۶۰ ہجری کو جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور یزید ولی عہد بنا تو اس نے سب سے پہلے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے بیعت کا تقاضا کیا اور ولید ابن عتبہ والیٔ مدینہ کو ان دونوں حضرات سے بیعت لینے کا تاکیدی حکم دیا۔ ابھی تک مدینہ طیبہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر نہیں پہنچی تھی۔ چنانچہ ولید ابن عتبہ نے ان دونوں حضرات کو طلب کیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سنا کر ان سے بیعت کا مطالبہ کیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے تعزیتی کلمات کے بعد فرمایا کہ میرے جیسا آدمی چھپ کر بیعت نہیں کر سکتا اور نہ ہی یہ مناسب ہے، جب اور حضرات بیعت کریں گے تو میں بھی آ جاؤں گا۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر مدینہ طیبہ سے نکل گئے۔ ولید اور اس کا عملہ انہیں تلاش کرتا اور حضرت الامامؓ کا خیال نہ آیا۔ حضرت الامام نے اپنے بھائی محمد ابن حنفیہؒ سے مشورہ لیا، انہوں نے آپ کو مکہ مکرمہ چلے جانے کا مشورہ دیا اور آپ مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔

اس دوران کوفہ سے خطوط کا تانتا بندھ گیا کہ ہم نے یزید کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی، آپ تشریف لائیں ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے صورت احوال معلوم کرنے کے لئے اپنے چچازاد مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ بھیجا۔ جب مسلمؓ کوفہ پہنچے تو ہزاروں کوفیوں نے آپ کا والہانہ استقبال کرتے ہوئے کہا: ”مرحبا یا ابن بنت رسول اللہ“ اور حضرت مسلم ابن عقیلؓ کے ہاتھ پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت کی اور حضرت مسلم ابن عقیل نے حضرت امام عالی مقامؓ کو حالات سازگار ہونے کے لئے خط تحریر کیا۔ حضرت نعمان بن بشیر والیٔ کوفہ کو بتلایا گیا کہ مسلمؓ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے

بیعت لے رہے ہیں۔ حضرت نعمان بن بشیر نے چشم پوشی اختیار کی۔ تب یزید کو اس کے کارندوں نے لکھا کہ مسلمؓ حضرت الامامؓ کے لئے بیعت لے رہے ہیں اور نعمان خاموش ہیں..... یہ پڑھ سن کر یزید نے عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کی گورنری سپرد کی، چنانچہ عبیداللہ ابن زیاد نے کوفہ پہنچ کر حضرت مسلم بن عقیلؓ کو تلاش کر کے شہید کردیا۔ ۳/ ذوالحجہ ۶۰ھ سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ سے بمع اہل وعیال کوفہ کے لئے روانہ ہوئے۔ کئی ایک حضرات نے امام عالی مقام کو مدینہ طیبہ واپسی کا تقاضا کرتے ہوئے کہا کہ اہل کوفہ کی تلواریں آپ کے خلاف ہوں گی، آپ اہل کوفہ پر اعتماد نہ کریں۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے آپ کے والد محترم کو شہید کیا اور آپ کے برادر محترم کے مال ومتاع کو لوٹا لیکن آپ عزم مصمم فرما چکے تھے اور آپ نے واپسی سے انکار فرما دیا۔

مقام شراف پر آپ کا سامنا حر بن یزید تمیمی کے ساتھ ہوا جس کے پاس ایک ہزار فوج تھی۔ وہ سیدنا حسینؓ کو گرفتار کر کے ابن زیاد کو پیش کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے حُر سے کوئی تعرض نہ کیا، اور شمال کی طرف قادسیہ کے قریب پہنچ گئے، وہاں عمرو ابن سعد ایک بڑی فوج کے ساتھ موجود تھا۔ یہاں سے آپ کربلا میں آکر مقیم ہو گئے۔

آپ نے عمرو ابن سعد کے سامنے تین شرطیں رکھیں۔ اس نے ابن زیاد کو لکھ بھیجیں۔ لیکن ابن زیاد مصر تھا کہ حضرت الامام یزید کے لئے میرے ہاتھ پر بیعت کریں، ساتھ ہی ابن زیاد نے شمر کو نیا سالار بنا کر بھیج دیا کہ اگر ابن سعد حکم عدولی کرے تو اسے گرفتار کر کے فوج کی کمان خود سنبھال لے۔ اگلے دن شمر اور ابن سعد اپنی فوج آپ کے بالمقابل لائے، اور آپ کو بیعت کے لئے مجبور کیا، آپ نے فرمایا کہ: یہ سر کاٹا جاسکتا ہے لیکن ایک فاسق وفاجر کے ہاتھ بیعت نہیں کرسکتا۔ آپؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ ابن زیاد اور اس کا لشکر میرے درپے ہے، آپ لوگ جانا چاہیں تو جاسکتے ہیں، تمام لوگ ایک ایک کر کے رفو چکر ہوئے، سوائے آپ کے خاندان کے حضرات کے جن کی تعداد بہتر تھی۔

حضرت امامؓ نے کوفیوں کے سامنے ایک پُرجوش اور ولولہ انگیز تقریر کی لیکن اہل کوفہ پر کوئی اثر نہیں ہوا، اگر وہ آپ کی بات سن لیتے تو پکڑے جاتے، اس لئے کہ انہوں نے ہزاروں کی تعداد میں آپ کو خط لکھے تھے، جب ان پر کوئی بات اثر انداز نہ ہوئی تو آپ میدان میں آئے اور آپ کے خاندان کے تمام افراد ایک ایک کر کے اپنی جانیں نچھاور کرتے رہے۔ تا آنکہ خیمہ میں کوئی مرد نہ بچا سب نے جام شہادت نوش فرما لیا اور آپ نے جانبازی اور بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا، حتیٰ کہ شمر اور ابن سعد کو کہنا پڑا کہ ''ہم نے اتنا بہادر انسان آج تک نہیں دیکھا۔'' جب تمام ہی خواہانِ اہل بیتؓ ایک ایک کر کے جام شہادت نوش فرما گئے سوائے امام زین العابدینؒ جو بیمار تھے، بایں ہمہ اہل کوفہ اور شامیوں کو کوئی ترس نہ آیا۔ ابن زیاد کے حکم کے مطابق ۷/ محرم الحرام کو خانوادۂ رسول کا پانی بند کر دیا گیا، جب تک عباس علم دار زندہ تھے، جان ہتھیلی پر رکھ کر پانی لے آتے، لیکن ان کی شہادت کے بعد کوئی بھی خانوادۂ رسول کے لئے پانی لانے والا نہ بچا خود حضرت الامام رضی اللہ عنہ کا گلا بھی خشک تھا۔

وہ حسینؓ جو ایک مرتبہ بچپن میں پیاس کی وجہ سے رو رہے تھے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں رکھی اور وہ چوستے چوستے سیراب ہوئے۔

وہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بھوکوں کو کھانا کھلاتے اور پیاسوں کو پانی پلاتے، آج ان کا خانوادہ ایک ایک بوند کے لئے ترس رہا ہے۔

حضرت الامامؓ زخموں سے چُور بھرپور مقابلہ کرتے رہے، لیکن کسی کو ہمت نہ ہوتی تھی کہ نواسۂ رسول کا قتل اپنے سر لے۔

ان حالات میں شمر نے اپنی فوج کو للکارا جس نے تیروں کی بارش کردی اور آپؓ جام شہادت نوش فرما گئے۔ ۱۰/ محرم الحرام ۶۱ ہجری مطابق ستمبر ۶۸۱ کو حادثہ جانکاہ رونما ہوا۔ شہادت کے دوسرے یا تیسرے دن خاندان رسول کی میتوں کو غاضریہ کے باشندوں نے سپردِ خاک کیا، جبکہ امام عالی مقامؓ کو بغیر سر کے دفن کیا گیا اور آپ کا سر مبارک عبیداللہ ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا، تو چھڑی سے آپ کے دندان مبارک اور سر کو چھیڑنے لگا۔ حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ یہ منظر برداشت نہ کر سکے اور فرمایا: ''چھڑی ہٹالو، میں نے ان لبوں کو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چومتے ہوئے دیکھا ہے۔'' ابن زیاد حضرت زید ابن ارقمؓ کے کلمات برداشت نہ کر سکا اور سخت وست کہنے لگا'' پھر یہ قافلۂ دمشق روانہ ہوا، جب قافلۂ اہل بیتؓ کو یزید کے روبرو پیش کیا گیا اور خواتین کو گھر بھیجا گیا تو یزید کے گھر ماتم بپا ہو گیا۔

اس طویل ترین اور جانکاہ واقعات میں سے چند ایک سطور ''سیرت اہل بیت اطہارؓ و فضائل وکمالات'' مولفہ مولانا ثناء اللہ سعد سے تلخیص کیا گیا ہے۔ ☆☆

دینی تعلیمات پر اعتراضات اور ہماری ذمہ داری

مرکزی جامع مسجد، شیرانوالہ باغ، گوجرانوالہ میں بیان

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ الحمدللہ!
عیدالاضحی کی تعطیلات کے بعد مدارس میں تعلیم کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے، اکثر پورے ملک میں طلباء واساتذہ گھروں سے واپس آگئے ہیں اور تعلیم کا نظام جاری ہوگیا ہے۔ طلباء کے لیے ایک بات عرض کرنا چاہوں گا کہ آج کل عام طور پر آپ سوشل میڈیا پہ جاتے ہیں، بلکہ جانے کی ضرورت نہیں ہے سوشل میڈیا ہر وقت جیب میں پڑا رہتا ہے ”جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی“ آج کل جو فتنوں کی بھرمار ہے ان میں یہ ایک مستقل فتنہ ہے۔

کچھ دنوں سے قرآن پاک پر اعتراضات کا ایک نیا سلسلہ دیکھ رہا ہوں۔ اعتراضات ہوں گے تو شکوک و شبہات کی پٹاری کھلے گی۔ اعتراضات، شبہات شکوک اللہ پر ہوں گے، اللہ کے رسول پر ہوں گے، قرآن پر ہوں گے۔ اس مناسبت سے ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ قرآن پاک پر اعتراضات اس کے نزول کے زمانہ میں بھی ہوتے رہے ہیں، اب تک ہوتے آئے ہیں، آج بھی ہو رہے ہیں، قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن پاک کی مختلف باتوں پر اشکالات کیے گئے ہیں، صحابہ کرامؓ کے سامنے بھی اشکالات آئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیے ہیں۔ صحابہؓ سے لوگوں نے اعتراضات کیے ہیں اور انہوں نے جوابات دیے ہیں۔

سوال کرنے والے نے سوال پیدا کرنا ہوتا ہے، تو اس میں ہمیں کیا کرنا ہے؟ بیسیوں سوالات حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، ان میں سے ایک مسئلہ ذکر کروں گا جس پر اس زمانے میں بھی اشکال کیا گیا اور آج بھی کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے سامنے بھی اشکالات آئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیے ہیں۔ صحابہؓ سے لوگوں نے اعتراضات کیے ہیں اور انہوں نے جوابات دیے ہیں

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: ”یا ایھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم“ ایمان والو! اپنی فکر کرو کوئی گمراہ ہوتا ہے تمہیں کوئی نقصان نہیں ہے۔ سادہ سا ترجمہ ہے: ”اذا اھتدیتم“ تم ہدایت پر قائم ہو تو کسی گمراہ ہونے کا گمراہ ہونا تمہارے لیے کوئی ضرر کی بات نہیں ہے۔

اب اگر یہی مفہوم ہے اس کا جو میں نے ترجمہ کیا ہے تو پھر جہاد کا کیا معنیٰ رہ جاتا ہے؟ اور دعوت وتبلیغ کا کیا معنیٰ رہ جاتا ہے؟ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا کیا معنی رہ جاتا ہے؟

یہ اشکال صحابہؓ کے دور میں دونوں حوالوں سے ہوا۔ جہاد کے حوالے سے بھی، دعوت اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کے حوالے سے بھی، اور ان کے جوابات دیے گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بیک وقت تین چار محاذوں پر جنگ تھی۔ منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف تھی، منکرین ختم نبوت کے خلاف تھی، مرتدین کے خلاف تھی۔ مختلف محاذوں پر لڑ رہے ہیں۔

بخاری شریف کی روایت ہے ایک دن خیال آیا یا کسی نے اعتراض کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کے خطبہ میں اس بات کی وضاحت فرمائی۔

فرمایا: لوگو! قرآن پاک کی اس آیت سے غلط فہمی میں نہ پڑنا، یہ صفائی کون دے رہے ہیں؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اپنے دور خلافت میں اپنی جنگوں کے ماحول میں منبر پر کھڑے ہو کر خطبے میں فرما رہے ہیں کہ مسلمانو!

مغالطوں میں نہ پڑنا۔ اگر صرف اتنی بات ہے کہ اپنا فکر کرو کوئی گمراہ ہوتا ہے ہوتا رہے، تو پھر ہم لوگ کیا کر رہے ہیں؟ فرمایا: میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ تمہارے لیے امر بالمعروف بھی ضروری ہے، دعوت وتبلیغ بھی ضروری ہے، جہاد بھی ضروری ہے۔ یہ ’’اذا اهتديتم‘‘ والی آیت کریمہ تمہارے بارے میں نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، ایک زمانہ ایسا آئے گا جب فتنوں کی اتنی کثرت ہوگی کہ اپنا ایمان بچانا مشکل ہوجائے گا۔ جب اپنا ایمان بچانا مشکل ہوجائے تو پہلے اپنی فکر کرو، پھر دوسروں کے بارے میں فکر کرنا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک پیدا ہونے والے شبہ کا جواب دیا۔

ہمارے ہاں اس کو تعلیمی دنیا میں ’’دفع دخل مقدر‘‘ کہتے ہیں کہ ایک بات سے اشکال پیدا ہو رہا ہے، خیال ہے کہ لوگوں کو یہ مغالطہ ہوگا، از خود محسوس کر کے مغالطے کا جواب دینا۔

ترمذی شریف کی روایت ہے: حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ معروف صحابی ہیں ان سے کسی نے پوچھا کہ حضرت، قرآن پاک کہتا ہے: ’’يا ايها الذين امنوا عليكم انفسكم لا يضركم من ضل اذا اهتديتم۔‘‘ اپنی فکر کرو، کوئی گمراہ ہوتا ہے تو تمہیں کیا نقصان ہے۔ اگر بات یوں ہی ہے تو پھر یہ امر بالمعروف کیا ہے؟ نہی عن المنکر کیا ہے؟ اور یہ دعوت وتبلیغ کیا ہے؟

وہ جہاد کے حوالے سے سوال ہوا تھا، یہ امر بالمعروف کے حوالے سے سوال ہوا حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ حضرت اگر اتنی بات یہ ہے کہ اپنی فکر کرنی ہے اور دوسروں کی گمراہی مجھے کوئی نقصان نہیں دیتی تو پھر یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا ہے؟ نیکی کی تلقین کرنا اور برائی سے روکنا بھی تو واجب ہے۔ قرآن پاک نے بیسیوں آیات میں کہا ہے امر بالمعروف کرو نہی عن المنکر کرو۔ ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ’’علی الخبیر سقطت‘‘ یہ محاورہ ہے کہ ’’خبردار پر گرے ہو‘‘ یعنی تم نے صحیح آدمی سے پوچھا ہے۔ کوئی اشکال پیش کرنا ہو تو کسی صاحب علم پر کرنا چاہیے، ہر ایک سے نہیں پوچھتے پھرنا چاہیے۔

فرمایا: یہ اشکال خود مجھے ہوا تھا اور میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وہی جواب دیا جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دیکھو یہ تمہارے دور کی بات نہیں ہے، یہ اس دور کی بات ہے جب فتنے اتنی کثرت سے ہوں گے کہ اپنا ایمان بچانا بھی مشکل ہو جائے گا، تو پھر پہلے اپنے ایمان کی فکر کرنا پھر دوسروں کی بات کرنا۔

یہ دو واقعات عرض کر کے میں طلباء سے اور نوجوانوں سے تین باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں: پہلی بات کہ قرآن پاک پر کوئی اعتراض سامنے آئے تو گھبرانا نہیں، یہ پہلے بھی ہوتے آئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض ہوں گے قرآن پر بھی ہوگا۔ اب تو اعتراضات کی بھرمار ہوگی آپ کے سامنے، تو گھبرانا نہیں۔

دوسری بات کہ جواب اپنی طرف سے نہیں دینا کہ میں یہ سمجھا ہوں۔ نہیں، تلاش کرنا ہے اور معلوم کرنا ہے کہ اس کا کوئی جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے؟ اس کا جواب صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے دیا ہے؟ ائمہ کرامؒ میں سے کسی نے دیا ہے؟ میں اپنے مطالعہ کی بنیاد پر عرض کرتا ہوں کہ آج کا کوئی سوال ایسا نہیں ہے جو پہلے نہیں ہوا۔ صحابہؓ کے دور میں، تابعینؒ کے دور میں، اس کے بعد۔ تو تلاش کرنا ہے اور اپنی طرف سے جواب نہیں دینا کہ میں یہ سمجھا ہوں۔

تیسری بات کہ جو سنتِ رسول سے اور صحابہ کرامؓ سے اس کا جواب ملے اس پر قائم ہو جانا اور ڈٹ جانا، ان شاء اللہ العزیز کوئی چیز گمراہ نہیں کر سکے گی۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ (روزنامہ اسلام کراچی، ۲۹ جون ۲۰۲۴ء)

☆☆ .... ☆☆

ذکرِ حسنین رضی اللہ عنہما

(سیّد نفیس شاہ الحسینیؒ)

دوشِ نبی ﷺ کے شاہسواروں کی بات کر	کون و مکاں کے راج دلاروں کی بات کر
جن کے لئے ہیں کوثر و تسنیم موجزن	ان تشنہ کام بادہ گساروں کی بات کر
خلدِ بریں ہے جن کے تقدس کی سیرگاہ	ان خوں میں غرق غرق نگاروں کی بات کر
کلیوں پہ کیا گزر گئی پھولوں کو کیا ہوا	گلزار فاطمہؓ کی بہاروں کی بات کر
جن کے نفس نفس میں تھے قرآں کھلے ہوئے	ان کربلا کے سینہ فگاروں کی بات کر

شمرِ لعیں کا ذکر نہ کر میرے سامنے
شیرِ خداؓ کے مرگ شعاروں کی بات کر

ایمان ویقین کے تقاضے اور زندگی کی قدر وقیمت

مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ

عمل بلاعلم کے صحیح نہیں ہوتا، اس لیے علم کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق وآداب سب کا علمِ صحیح کے موافق ہونا ضروری ہے، علمِ صحیح قرآن وحدیث کا نام ہے اور جو کچھ ان سے مستفاد اور مستنبط ہو وہ بھی علم صحیح ہے، بہت سے لوگوں کو عبادت کا ذوق تو ہوتا ہے، لیکن علم نہ ہونے کی وجہ سے غلط طریقہ پر کام کرتے ہیں اور ثواب بھی سمجھتے ہیں۔ ایک صاحب کو مدینہ منورہ میں دیکھا، انہوں نے سورج نکلنے سے پہلے ہی اشراق کی نماز پڑھ لی (اور ایسا بہت سے لوگ کرتے ہیں کہ سورج نکلنے سے پہلے یا سورج کی کرن ظاہر ہونے ہی کو اشراق کا وقت سمجھ لیتے ہیں، حالاں کہ نماز کا وقت جب ہوتا ہے جب سورج ایک نیزہ بلند ہو جائے۔ بعض روایاتِ حدیث میں قیدِ رمح اور بعض روایات میں حتی ترتفع بازغۃ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں)۔

علم کے ساتھ تربیت کی بھی ضرورت ہے، بہت سے لوگوں کو علم تو ہوتا ہے، لیکن اُن کا علم انہیں عمل پر نہیں اُبھارتا، علم بھی ہو، اہلِ عمل کی مصاحبت بھی ہو، جو خود بھی باعمل ہوں اور عمل کرنے کی ترغیب دیتے رہتے ہوں اور عمل کرنے کے طریقے بتاتے رہتے ہوں اور ایسے طریقے سمجھاتے ہوں جس سے نفس کو اعمالِ صالحہ پر آمادہ کیا جا سکے اور گناہوں سے باز رکھا جا سکے۔

عمل پر اُبھارنے کا سب سے بڑا ذریعہ آخرت کا یقین ہے۔ آخرت کا پورا پکا یقین نہ ہونے کی وجہ سے فرائض بھی ترک ہوتے ہیں، واجبات بھی چھوٹتے ہیں، سنتوں پر بھی عمل نہیں ہوتا اور چھوٹے بڑے گناہوں کا ارتکاب ہوتا رہتا ہے، اگر اعمالِ صالحہ پر آخرت میں بڑی بڑی نعمتیں ملنے کا یقین اور گناہ کرنے پر قبر، حشر اور دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہونے کا یقین ہو تو نفس کو اعمالِ صالحہ ادا کرنے، گناہوں سے روکنے پر آمادہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اگر کسی شخص کو قبر کے عذاب کا اور دوزخ کی آگ کا یقین ہو تو کیسے فرض نماز چھوڑ سکتا ہے؟ نفس کو بار بار سمجھایا جائے اور آخرت کے عذاب کا یقین دلایا جائے تو اِن شاء اللہ وہ راہ پر آہی جائے گا۔ یہ عذاب والی بات اس لیے کہی کہ انسان کے مزاج میں دفعِ مضرت جلبِ منفعت سے مقدم ہے، ورنہ اعمالِ صالحہ پر جو آخرت میں ملنے والی نعمتوں کے سچے وعدے ہیں اعمالِ صالحہ، فرائض، واجبات اور نوافل ادا کرنے کے لیے ان کا یقین بھی کافی ہے، اگر یقین والوں میں اُٹھا بیٹھا کریں تو اُن کی صحبتوں سے یقین پختہ ہوگا اور یقین میں ترقی آئے گی اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

لوگوں میں ایمان ویقین کے تقاضوں پر عمل کرنا باقی نہیں رہا، تجارتوں میں آزاد ہیں، غیر شرعی تجارتیں کرتے ہیں، حرام مال خریدتے ہیں اور حرام مال بیچتے ہیں، سود لیتے اور دیتے ہیں، رشوت کا لین دین چالو ہے، حقوق العباد کی ادائیگی کا دھیان نہیں، داڑھیاں منڈی ہوئی ہیں، ننگے پہناوے ہیں، کسی ہوئی پتلونیں ہیں، عورتیں بے پردہ بازاروں اور پارکوں میں گھوم رہی ہیں، بہت زیادہ مال کمانے کی طرف توجہ ہے، اپنا وطن (جہاں کچھ دینی فضاء ہے اور جہاں چاہیں تو اسلام پر رہ سکتے ہیں) چھوڑ کر مال کمانے کے جذبات آسٹریلیا، امریکہ اور یورپ کے شہروں میں کشاں کشاں لیے جا رہے ہیں، جہاں حرام کھاتے بھی ہیں اور حرام بیچتے بھی ہیں اور اپنی اولاد کو دین سے بالکل بیگانہ کر دیتے ہیں، وہاں کے ماحول میں بہت سے بہت انسان اپنی نماز پڑھ سکتا ہے، جماعت سے نمازوں کے مواقع کم ہیں، مسجدیں، بیس تیس میل دُور ہیں، جمعہ کی نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملتا، لیکن پرانے دین داروں کی اولادیں وہاں جا جا کر اپنا دین تباہ کر رہی ہیں اور اپنی اولاد کو بد دینی کی آغوش میں پہنچا رہی ہیں۔

زیادہ مال کمانے کی ضرورت کیا ہے؟

انسان اولاد ہی کے لیے تو مال کماتا ہے، اگر اولاد کے لیے مال زیادہ چھوڑ کر مر گئے اور ساتھ ہی اولاد کو غیر اسلامی زندگی پر ڈال گئے تو یہ اُن کی بہت بڑی بدخواہی ہے۔ ہمارے ایک ملنے والے تھے، اُن کی بہن آسٹریلیا میں تھیں، اُس نے اپنے

لڑکے کے لیے بچپن سے ان کی لڑکی کو مانگ رکھا تھا۔ جب بالغ ہوگئے تو اس نے بیاہ شادی کا تقاضا کیا، انہوں نے دریافت کیا کہ وہاں کی کچھ زندگی کا حال تو بتاؤ، اِس پر اُن کی بہن کہنے لگی کہ ہم تو بسم اللہ پڑھ کر سور کا گوشت بھی کھا لیتے ہیں۔ العیاذ باللہ! یہ سن کر انہوں نے کانوں پر ہاتھ رکھے اور لڑکی کو خاندان میں دوسری جگہ بیاہ دیا۔ آسٹریلیا میں تو مسلمان کا اسلامی نام بھی باقی نہیں رہتا، عیسائی نام رکھنا پڑتا ہے، لیکن دنیا کی ریل پیل کچھ نہیں سوچنے دیتی۔

اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں، پھر نمازیں بھی ترک ہورہی ہیں، چوریاں بھی کی جاتی ہیں، ڈاکے بھی ڈالے جاتے ہیں، بے حیائی کے کام بھی ہوتے ہیں، شرابیں بھی پی جاتی ہیں، مال بھی لوٹے جاتے ہیں!! یہ کیسا اسلام ہے؟ بات یہ ہے کہ نہ اسلامیات کا علم، نہ اسلامی تقاضوں سے باخبر ہیں، نہ آخرت کے عذاب کا یقین ہے، اس لیے معاصی کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے اور بڑے بڑے گناہ سرزد ہورہے ہیں، امیر غریب، حاکم محکوم، چھوٹے بڑے، کسان اور مزدور...... سب اِسی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں، جب تک دینی فضائیں نہ ہوں گی، دینی ماحول نہ بنایا جائے گا، عوام وخواص کے ذہنوں کی تربیت نہ کی جائے گی اُس وقت تک معاشرہ درست نہیں ہوسکتا۔

جسے مرنے کے بعد کے حالات کا اور اُمورِ آخرت کا پختہ یقین ہو (جن کی قرآن وحدیث میں خبر دی گئی ہے) تو وہ معاصی سے ضرور بچے گا اور اپنے جسم اور جان کو گناہ کے کاموں سے ضرور محفوظ رکھے گا اور فرائض وواجبات کا ضرور اہتمام کرے گا۔ دیکھو! دنیا میں اگر کسی کو یقین ہوجائے کہ فلاں سوراخ میں سانپ ہے یا بچھو ہے تو کبھی بھی اُس میں اپنی انگلی نہیں ڈال سکتے، اسی طرح کسی سے کہیں کہ تجھے ہزار روپے دیں گے، اپنی انگلی کو جلتی ہوئی آگ میں رکھ دے تو کبھی بھی اس بات کو منظور نہیں کرسکتا اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اُسے سانپ اور بچھو کے ڈسنے کی تکلیف اور آگ کے جلانے کی مصیبت معلوم ہے، یہ دنیا کی آگ ہے، دوزخ کی آگ حسبِ فرمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی اِس آگ سے اُنہتر (69) درجہ زیادہ گرم ہے: ''فُضِلَتْ عَلَيْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّيْنَ جُزْءً، كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا'' (مشکوۃ شریف، کتاب احوال القیامۃ وبدء الخلق، رقم الحدیث:5665) اگر یہ یقین ہے کہ گناہوں کی وجہ سے آخرت میں عذاب ہے تو پھر گناہوں پر جرأت کیوں ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ یقین ہی ہے یا کہنے کے لیے یوں ہی جھوٹا سا یقین ہے! دیکھو! دنیا میں لوگ نوکریاں کرتے ہیں، ڈیوٹی پر جانے کے لیے دو گھنٹے پہلے اُٹھتے ہیں، نہ سردی مانع ہوتی ہے، نہ گرمی سے رُکاوٹ، نہ بارش کا خیال، گھڑی لگا کر سوئے، وقت سے پہلے اُٹھے ناشتہ کیا بس پکڑی، دس پندرہ میل کا، کھڑے ہوکر، کھچا کھچ بھیڑ میں سفر کیا، اس کے بعد ڈیوٹی پر پہنچے، یہی شخص جو پیسہ کمانے کے لیے نیند کو چھوڑتا ہے اور اتنی تکلیف برداشت کرتا ہے، جب چھٹی کا دن ہوتا ہے، فجر کی نماز کے لیے نہیں جاگتا، حقیر ٹکوں نے جگا دیا اور نماز نے نہیں جگایا! حالاں کہ ایک نماز کی حیثیت اور قیمت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''مَنْ فاتتہ صلوۃ فَكَأَنَّمَا وُتِرَاهله وماله'' (الترغیب والترتیب) ترجمہ: ''جس کی ایک نماز فوت ہوگئی گویا کہ اُس کے اہل، اولاد اور اموال سب برباد ہوگئے۔''

اور ایک حدیث میں فرمایا ہے: ''رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا'' (مشکوۃ شریف، کتاب الصلوۃ، رقم الحدیث:1164) ''فجر کی دو رکعتیں دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اُس سب سے بہتر ہے۔'' علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے فجر کی دو سنتیں مراد ہیں، جب سنتوں کا یہ مرتبہ ہے تو فرضوں کا کیا مقام ہوگا؟

ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کا تھوڑا سا نقصان ہوجائے، ایک روپیہ گم ہوجائے، ناسمجھ بچہ ایک روپیہ کا نوٹ پھاڑ دے، دو دن کی تنخواہ کٹ جائے تو بڑا ملال ہوتا ہے، لیکن دینی نقصان ہوجائے تو کوئی ملال نہیں ہوتا، جماعت تو بہت دُور کی بات ہے، فرض نماز بالکل ہی وقت سے ٹال دی جاتی ہے! دُکان داری کے چکروں میں یا بیاہ شادی کے جھمیلوں میں، ریا کاری کے دھندوں میں قصداً فوت کردی جاتی ہے!! اللہ کا منادی پکارتا ہے، اذان دیتا ہے، حی علی الصلاۃ کی نداء سنتے ہیں، مگر ٹس سے مس نہیں ہوتے اور کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں! مسلمان تو اُسے کہتے ہیں جسے آخرت کا یقین ہو، اگر آخرت کا یقین ہے تو یہ فرائض وواجبات کیوں چھوڑ دیے جاتے ہیں!!!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ، وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا، وَتَمَنّٰى عَلَى اللهِ'' (مشکوۃ شریف، کتاب الرقاق، رقم الحدیث:5209) ''ہوشیار وہ ہے کہ جو اپنے نفس پر قابو کرے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے اور بے وقوف وہ ہے جو نفس کو اس کی خواہشوں کے پیچھے چلاتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے

اُمید لگائے رکھے۔‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو’’مَنْ دَانَ نَفْسَہ‘‘ فرمایا ہے اس کی تشریح کرتے ہوئے شارح حدیث لکھتے ہیں:’’ای حاسب نفسہ وقھرھا وغلبھا واستعلاھا‘‘ مطلب یہ ہے کہ نفس کا حساب لیتا رہے، اُس کی نگرانی کرتا رہے، اُس کو گناہوں سے بچائے، اُس سے فرائض و واجبات کی پابندی کرائے، اعمالِ صالحہ پر لگائے رکھے۔ نفس پر قابو نہ پایا تو وہ ڈنگ ماردے گا، خود بھی تباہ ہوگا نفس والے کو بھی تباہ کرے گا۔

دنیا میں رہنا تو ہے، مگر آخرت کے لیے! یہاں رہنے کے لیے تو نہیں آئے اور آنا بھی اختیار میں نہیں ہے اور جانا بھی اختیار میں نہیں ہے، اپنے اختیار میں یہ ہے کہ نیکیاں کرتے رہیں، گناہوں سے بچتے رہیں، اسی میں کام یابی ہے، ہوشیار بندے وہی ہیں جو دنیا کو مقصد نہیں بناتے، جنھوں نے اسے مقصد بنالیا اُنہوں نے کیا پایا؟ آخرت کے ثواب اور بلند درجات سے محروم ہوئے اور دنیا کو یوں ہی چھوڑ کر چلے گئے! یہ حلال دنیا کی بات ہے، اگر کسی نے حرام کھایا تو اس کی بدبختی بیان سے باہر ہے، جو کمایا وہ یہیں دھرارہ گیا اور آخرت میں جو اِس کا عذاب ہے وہ اس کے علاوہ ہے! کسی بزرگ نے کیسی اچھی بات کہی:’’حَلَالُھَا حِسَابٌ وَحَرَامُھَا عَذَابٌ۔‘‘

حدیث شریف میں ہے کہ’’بندہ کے قدم حساب کی جگہ سے نہیں ہٹ سکیں گے جب تک اُس سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کر لیا جائے:1..جوانی کہاں فنا کی؟2..اپنی عمر کن کاموں میں کھپائی؟3..اپنے علم پر کیا عمل کیا؟ 4..مال کہاں سے کمایا اور5..مال کہاں خرچ کیا؟

(مشکوٰۃ شریف، کتاب الرقاق، رقم الحدیث:5198)

معلوم ہوا کہ مال کے بارے میں دوہرا سوال ہوگا، یعنی حلال کمانا ہی میدانِ حساب میں کام یاب ہونے کے لیے کافی نہیں ہے، یہ حساب بھی دینا ہے کہ خرچ کہاں کیا؟ گناہوں میں، بیوی بچوں کے ناجائز چونچلوں میں لوگ مال خرچ کر کے انہیں اور اپنے نفس کو تو خوش کر لیتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیتے ہیں۔ انسان پہلے اللہ کا بندہ ہے، بعد میں شوہر یا باپ یا کچھ اور ہے، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے کام کر کے نفس کو یا دوسروں کو خوش کرنا ایمانی تقاضوں کے تو خلاف ہے ہی، عقل کے بھی خلاف ہے، دوسرے خوش ہوں اور ہم عذاب بھگتیں، یہ کہاں کی سمجھداری ہے؟

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ آپ بچوں کے لیے اپنے پیچھے کیا چھوڑ رہے ہیں؟ اس پر انہوں نے فرمایا کہ اگر یہ صالحین ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اِن کا انتظام کر دے گا اور اگر صالحین نہ ہوئے تو مجھے ان کے لیے فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ان سے عرض کیا:’’مَالَکَ لَاتَطْلُبُ کَمَایَطْلُبُ فُلَانٌ؟‘‘ ’’کیا بات ہے آپ اس طرح مال طلب نہیں کرتے جس طرح فلاں شخص مال طلب کرتا ہے؟ فرمایا:’’اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اَمَامَکُمْ عَقَبَۃً کَؤُوْدًا، لَا یَجُوْزُھَا الْمُثْقِلُوْنَ، فَاُحِبُّ اَنْ اَتَخَفَّفَ لِتِلْکَ الْعَقَبَۃِ۔‘‘(مشکوٰۃ شریف، کتاب الرقاق، رقم الحدیث:5204)

ترجمہ:’’میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ:’’بے شک تمہارے سامنے دُشوار گزار گھاٹی ہے (یعنی حساب کی گھاٹی) بوجھ والے اس سے نہ گزر سکیں گے، لہٰذا میں اس گھاٹی کے لیے ہلکا پھلکا رہنا چاہتا ہوں۔‘‘

اولاد کے لیے مال چھوڑ کر جانا بھی اچھی بات ہے اور اس میں بھی بڑا ثواب ہے، مگر مال حلال ہو اور مال سے متعلق جو دینی تقاضے ہیں اُنہیں پورا کر کے گیا ہو۔ اگر بچوں کے لیے حرام مال چھوڑا تو وہ بچوں کے لیے بھی وبال ہے اور اپنے لیے بھی عذاب!

حدیث شریف میں ہے:’’وَلَا یَتْرُکُہٗ خَلْفَ ظَھْرِہٖ اِلَّا کَانَ زَادُہٗ اِلَی النَّارِ‘‘

(مشکوٰۃ شریف، کتاب البیوع، رقم الحدیث:2771)

ترجمہ:’’اپنے پیچھے جو شخص حرام مال چھوڑ کر جائے گا وہ اُس کے لیے دوزخ کا توشہ بنے گا۔‘‘

مخلوق کو راضی رکھنے کی فکر نہ کرو، بلکہ خالق و مالک کو راضی کر، جس نے وجود دیا ہے اور زندگی بخشی ہے، آج کل لوگ مخلوق کو راضی کرنے کے لیے خالق و مالک کی نافرمانی کرتے ہیں، صرف اس لیے ڈاڑھی منڈاتے اور پتلون پہنتے ہیں کہ کوئی برا نہ سمجھے، بیوی کو پردہ اس لیے نہیں کراتے کہ کوئی دقیانوسی نہ کہہ دے! بس اتنی سی بات کے لیے اللہ کی نافرمانی کرنے کو تیار ہیں۔ ارے مخلوق کی بھی کوئی حیثیت ہے؟ جسے اللہ کی نافرمانی کر کے راضی کیا جائے، صرف خالق و مالک کو راضی کرو، اس کو راضی رکھتے ہوئے جو راضی ہو جائے تو ہو جائے۔

یہی جذبہ ریاکاری کے تمام کاموں میں کارفرما ہے کہ لوگ کیا کہیں گے!! شادیوں کی رسوم، تیجوں، چالیسواں میں دیگیں کھڑکنا، میراث تقسیم کیے بغیر، جس میں نابالغ بچوں کا بھی حق ہوتا ہے، عوام وخواص کی دعوت کرنا اور ولیموں کے لیے قرضے لے کر لوگوں کو ضیافتوں پر بلانا اور اسی

طرح جتنے بھی ریا کاری کے کام ہیں، اس لیے انجام دیے جاتے ہیں کہ اگر یہ سب نہ کیا تو لوگ کیا کہیں گے!! یہ جذبہ مخلوق ہی کو راضی کرنے کا ہے، سب کو معلوم ہے کہ ریا کاری کا وبال بہت بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ اُسی عمل کو قبول فرماتا ہے جو اُسی کی رضا کے لیے ہو۔ ریا کاری گناہ کبیرہ ہے، اس پر آخرت میں مواخذہ ہے اور عذاب ہے۔

جب نصیحت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ مولانا! دنیا کو بھی بھگتنا پڑتا ہے! یہ بھگتنا خود اپنے سر لگا لیا ہے، دنیاداروں کی باتوں کا خیال کرتے ہیں، جن سے کچھ بھی نہیں مل سکتا اور آخرت کی رسوائی کا کچھ خیال نہیں، جب قیامت کے دن پیشی ہوگی اور وہاں یہ اعلان ہوگا کہ یہ شخص ریا کار تھا تو اس وقت کیا ہوگا؟

”قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ، وَمَنْ یُرَائِی یرائی اللہ بِہٖ۔“ (مشکوٰۃ شریف، کتاب الرقاق، رقم الحدیث:5312)

ترجمہ: ”جو شخص اپنی شہرت کرے اللہ تعالیٰ اُس کو تشہیر فرما دے گا، یعنی لوگوں کو یہ بتا دے گا کہ یہ ریا کار تھا اور جو شخص ریا کاری کرے اللہ تعالیٰ اُس کی ریا کاری کو ظاہر فرما دے گا۔“ اصل عزت آخرت کی ہے، وہاں کی رسوائی سے بچنے کی فکر کرنی چاہیے، اسی لیے تو یہ دعا تلقین فرمائی ہے:

”رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔“ (سورہ آل عمران:194)

ترجمہ: ”اے ہمارے رب! ہمیں وہ نعمتیں عطا فرما جن کا آپ نے اپنے رسولوں کی زبانی وعدہ فرمایا اور قیامت کے دن ہمیں رُسوا نہ فرمانا۔“

دنیا میں کوئی شخص بغیر عمل کے نہیں، چھوٹا سا بچہ بھی پیدا ہونے کے چند دن بعد ہی ہاتھ پاؤں مارنے لگتا ہے، بلکہ دودھ پینے کے لیے تو پیدا ہوتے ہی ہونٹ چلاتا ہے اور ماں کا پستان یا نپل دباتا ہے، ساری زندگی سراپا عمل ہے۔ اب انسان چاہے اچھے اعمال کرے، چاہے برے اعمال کرے، گناہ کرے یا نیکی کرے، لہو ولعب میں لگے، لایعنی باتیں کرے یا فضول مشاغل میں وقت لگائے، کام میں تو سبھی مشغول رہتے ہیں، ہوش مند وہ ہے جو اپنی زندگی کو نیک کاموں میں خرچ کرے، تاکہ اس کی محنت اور مجاہدہ دوزخ جانے کا ذریعہ نہ بنے۔ آخرت کی عظیم اور کثیر نعمتوں کے نقصان، خسران اور حرمان کی راہ اختیار نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”کُلُّ النَّاسِ یَغْدُوْ فَبَائِعُ نَفْسَہٗ فَمُعْتِقُھَا اَوْ مُوْبِقُھَا۔“ (مشکوٰۃ شریف، کتاب الطہارۃ، رقم الحدیث:281) ترجمہ: ”صبح ہوتی ہے تو ہر شخص کام کاج کے لیے نکلتا ہے اور ہر شخص اپنی جان کو کام میں لگاتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنے نفس کو دوزخ سے آزاد کرا لیتا ہے اور کوئی شخص اپنے نفس کو ہلاک کر دیتا ہے۔“ دوزخ میں بھی عمل کے ذریعہ جائیں گے اور جنت میں بھی اعمال ہی لے جائیں گے، جب دونوں اپنے ہی کیے کا نتیجہ ہیں تو انسان ایسی بے وقوفی کیوں کرے کہ عمل بھی کرے اور دوزخ میں بھی جائے!!

رات دن کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں، ان میں سے عام طور سے تجارت یا سروس اور محنت مزدوری میں آٹھ گھنٹے خرچ ہوتے ہیں، باقی سولہ کہاں جاتے ہیں؟ ان میں سے مجموعی حیثیت دو تین گھنٹے نماز اور کھانے کے باقی وقت ضائع ہو جاتا ہے اور یہ ضائع بھی ان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے جو گناہوں میں مشغول نہ ہوں، کیوں کہ جو وقت گناہوں میں لگا وہ تو وبال ہے اور باعثِ عذاب ہے۔ مسلمان آدمی کو آخرت کی نجات کے لیے اور وہاں کے رفع درجات کے لیے فکرمند رہنا لازم ہے، لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ ملازمتوں سے ریٹائرڈ ہو گئے، کاروبار لڑکوں کے سپرد کر دیے، دنیا کمانے کی ضرورت بھی نہیں رہی، بہت کرتے ہیں فرض نماز پڑھ لیتے ہیں یا پوتی پوتا کو گود میں لے لیتے ہیں، اس کے علاوہ سارا وقت یوں ہی گزر جاتا ہے، کہیں بیٹھ کر باتیں کر لیں، اخبار پڑھ لیا، دنیا کی خبروں پر تبصرہ کر لیا...... بس یہی مشغلہ رہ جاتا ہے اور گناہوں میں جو وقت خرچ ہوتا ہے وہ اس کے علاوہ ہے، حالاں کہ یہ وقت بڑے اجر وثواب کے کاموں میں لگ سکتا ہے، ذکر میں، تلاوت میں، درود شریف پڑھنے میں، اہلِ خانہ کو نماز سکھانے، دینی اعمال پر ڈالنے اور تعلیم وتبلیغ میں سارا وقت خرچ کریں تو آخرت کے عظیم درجات حاصل ہونے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

پچاس پچپن سال کی عمر میں ریٹائرڈ ہوئے، کاروبار سے فارغ ہوئے، اس کے بعد برسہا برس تک زندہ رہتے ہیں، بہت سے لوگ اَسّی بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر پاتے ہیں، ریٹائرڈ ہونے کے بعد یہ پچیس پینتیس سال کی زندگی یونہی لایعنی فضول باتوں، بلکہ غیبتوں میں، تاش کھیلنے میں، ٹی وی دیکھنے میں اور وی سی آر سے لطف اندوز ہونے میں گزار دیتے ہیں، نہ گناہ سے بچتے ہیں، نہ لایعنی باتوں اور کاموں سے پرہیز کرتے ہیں، یہ بڑی محرومی کی زندگی ہے اور گناہ تو باعثِ عذاب اور وبال ہیں ہی۔

حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ:''جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سال کی عمر دے دی اُس کے لیے عذر کا کوئی موقع نہیں چھوڑا۔''

(مشکوۃ شریف، کتاب الرقاق، رقم الحدیث:5272)

ساٹھ سال کی زندگی بہت ہوتی ہے، اس میں انسان دادا اور پڑدادا بن جاتا ہے، دنیا کماتا ہے، ہزاروں کی ریل پیل میں مشغول ہوتا ہے، دنیا کے لیے چاق و چوبند، بیدار مغز، فکر مند اور آخرت سے غفلت یہ بڑی بے وقوفی ہے۔ سورہ فاطر میں فرمایا:''وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ''

ترجمہ:''اور وہ لوگ دوزخ میں چیخ و پکار کرتے ہوئے یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں نکال دیجیے، جو ہم اعمال کیا کرتے تھے اب ان کے علاوہ عمل کریں گے جو نیک عمل ہوں گے۔''

اس کے جواب میں ارشاد ہوگا:''أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ''(سورہ الفاطر:37)

ترجمہ:''کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کرلیتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تھا؟''

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ''نذیر'' (ڈرانے والے) سے سفید بال مراد ہیں، جب سفید بال آگئے تو آخرت کی فکر بہت زیادہ کرنی چاہیے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ''نذیر'' سے اولاد کی اولاد مراد ہے، جب اولاد کی اولاد آگئی تو سمجھ لو کہ چل چلاؤ ہے، اگلی زندگی کی فکر زیادہ سے زیادہ کریں!!

کیا ہی مبارک ہیں وہ لوگ جو قرآن و حدیث کی تعلیم وتدریس میں مشغول ہیں یا کسی بھی اعتبار سے دینی کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان جب دنیا میں آیا تو اُسے کچھ تو کرنا ہی ہے اور کسی نہ کسی کی خدمت میں لگنا ہی ہے۔ کوئی اپنی خدمت میں مشغول ہے، بناؤ سنگھار، کپڑوں کی استری، گھر کی آرائش اور زیبائش میں لگا ہوا ہے، کوئی زمین کی خدمت کرتا ہے، بوتا ہے اور جوتتا ہے، کوئی بکریاں چراتا ہے، کوئی اُونٹوں میں مشغول ہے، کوئی دفتر میں چپڑاسی ہے، کوئی جوتوں کی پالش کا کام لیے بیٹھا ہے، کوئی کپڑے سی رہا ہے، کوئی گورنر ہے، مگر وہ بھی نوکر ہے، کوئی وزیر ہے، وہ بھی عوام کی خدمت کا لیبل لگائے ہوئے ہے۔ کچھ لوگ گاڑیاں دھور ہے ہیں، مکینک ہیں، گاڑیوں کے نیچے لیٹ کر مرمت کر رہے ہیں، حد یہ ہے کہ دنیا میں فضلہ اُٹھانے والے بھی ہیں، بلدیہ کے ملازم سڑکوں پر جھاڑو دے رہے ہیں اور بہت سے لوگ اِسی دنیا میں کتوں کو نہلانے پر اور بہت سے لوگ خنزیر کے چرانے پر مامور ہیں اور یہ سب کچھ دنیاوی ضروریات پورا کرنے کے لیے ہے۔

بہت سے بندے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہیں، نماز سکھاتے ہیں، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول کرتے ہیں، بہت سے لوگ حدیث وفقہ کا درس دیتے ہیں، اللہ کی مخلوق کو اسلام کے احکام و مسائل بتاتے ہیں اور بہت سے حضرات خانقاہوں میں فروکش ہیں، یہ تزکیہ نفوس کا کام کرتے ہیں اور کثرت سے ذکر کی تلقین کرتے ہیں، بہت سے حضرات مسجد کی امامت وخطابت اور بہت سے حضرات اذان دینے کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، یہ حضرات اللہ کے دین کے خادم ہیں اور دین کی دعوت اور اشاعت میں مشغول ہیں۔ میں اپنے لڑکوں سے کہتا ہوں کہ اللہ کے دین کی خدمت میں لگے رہو، خدمت تو کرنی ہی ہے، پھر اعلیٰ خدمت کیوں نہ اختیار کی جائے جس میں دنیا اور آخرت کی خیر ہے؟! اور یہی مومن کا مقصودِ حیات ہے، میں علم دین حاصل کرنے والے طلبہ سے کہتا ہوں کہ تم نہایت مشغولیت میں ہو، اگر قرآن وحدیث کی خدمت میں مشغول نہ ہوگے تو کسی نہ کسی کی خدمت کرنا ہی ہوگی، بعض طالب علموں نے درمیان میں چھوڑ دیا، پھر دنیا اور اہلِ دنیا کی خدمت میں لگنا پڑا، ایسی سینکڑوں نظیریں نظروں کے سامنے ہیں۔

اسی ذیل میں ایک بات اور یاد آگئی، لوگ اپنے بچوں کو قرآن و حدیث نہیں پڑھاتے اور کہتے ہیں کہ کیا اپنے بچوں کو ملّا بنانا ہے اور مسجد کی روٹیاں کھلانا ہے؟ یہ لوگ حضرت بلالؓ کے نام پر نام رکھنے پر فخر کرتے ہیں، لیکن حضرت بلالؓ کا جو کام تھا، یعنی اذان دینا اُس کام میں اپنی اولاد کو لگانا عار سمجھتے ہیں، امامت وخطابت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین ابوبکر، عمر وعثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا کام تھا، اس کام سے اپنی اولاد کو بچاتے ہیں اور مساجد سے متعلقین کو مسجد کی روٹیاں کھانے کا طعنہ دیتے ہیں، مسجد کی روٹیاں کھانا رشوت، سود اور حرام کاروبار کے پیسہ سے روٹیاں کھانے سے کہیں بہتر ہے، جب اپنی اولاد کو مسجد سے دُور رکھتے ہیں تو زندگی بھر دُور ہی رہتی ہے، ایم اے، بی اے ہو جاتے ہیں، لیکن نماز اور اُس کے مسائل سے ناواقف ہوتے ہیں، یہ کیا اولاد سے محبت ہے کہ ان کی دینی حالت خراب ہو، دین سے اور دینی احکام سے دُور ہوں، مسائل سے ناواقف ہوں؟! ☆☆

سیّدنا عثمان ذوالنورینؓ..... فضائل ومناقب

تالیف:.... حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ

(تیسری قسط)

تلخیص وانتخاب:..... مولانا محمد قاسم، کراچی

حضرت عثمانؓ کا رنگ سفید تھا، جس میں کچھ زردی کی آمیزش تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا چاندی اور سونا دونوں کو مخلوط کر دیا گیا ہے۔ خوبصورت اور خوش قامت تھے۔ دونوں ہاتھوں کی کلائیاں خوش منظر تھیں۔ بال سیدھے تھے، یعنی گھنگریالے نہیں تھے۔ جب عمامہ زیب سر کر لیتے تھے بڑے حسین وجمیل نظر آتے تھے۔ ناک ابھری ہوئی، جسم کا حصہ اسفل بھاری پنڈلیوں اور دونوں بازوؤں پر بال کثرت سے۔ سینہ چوڑا چکلا۔ کاندھوں کی ہڈیاں بڑی بڑی۔ چہرہ پر چیچک کے کچھ نشانات۔ دانت ہموار اور خوبصورت، جن کو سونے سے باندھا گیا تھا۔ داڑھی بڑی گنجان، زلف دراز، اخیر عمر میں زرد خضاب کرنے لگے تھے۔ جسم کی کھال ملائم اور باریک تھے۔

بڑے پیمانہ پر تجارت کے باعث دولت مند شروع ہی سے تھے، اس لیے ’’فَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ‘‘ (الضحیٰ:۱۱) کے حکم کے مطابق اللہ کی نعمتوں سے استفادہ آپ کی طبیعت کا شیوہ تھا، چنانچہ لباس بھی عمدہ قسم کا استعمال کرتے تھے۔ اس زمانہ میں یمنی چادریں بہت وقیع اور قیمتی سمجھی جاتی تھیں، آپ انہیں اوڑھتے تھے، عموماً یہ چادریں زرد رنگ کی ہوتی تھیں اور ان کی قیمت سو درہم کے لگ بھگ ہوتی تھی۔

غذا بھی عمدہ قسم کی اور پُرتکلف استعمال کرتے تھے۔ آپ پہلے فرمانروا تھے، جن کے لیے آٹا چھانا جاتا تھا۔ عرب میں ایک خاص قسم کا سالن ہوتا تھا جسے خزیرہ کہتے تھے، اس کو بکری کی کلیجی، گردہ، دل، گھی اور دودھ سے تیار کیا جاتا تھا۔ حضرت عثمانؓ کو اس کا بہت شوق تھا۔ عمرو بن امیہ الضمری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت عثمانؓ کے ساتھ طعامِ شب میں شریک تھا، خزیرہ سامنے آیا تو حضرت عثمانؓ نے پوچھا: کیسا ہے؟ میں نے کہا: بہت لذیذ اور نفیس ہے! میں نے آج تک ایسا خزیرہ نہیں کھایا۔ اس پر حضرت عثمانؓ بولے: ’’اللہ تعالیٰ عمرؓ بن الخطاب پر رحم فرمائے، تم نے خزیرہ کبھی ان کے ساتھ بھی کھایا ہے؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں! میں نے کھایا ہے، لیکن وہ خزیرہ ایسا تھا کہ نہ تو اس میں گوشت تھا اور نہ گھی اور دودھ۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے جہد و مشقت کی ایسی زندگی بسر کی ہے کہ اس کی پیروی کرنا مشکل ہے، وہ لذیذ ونفیس غذاؤں سے اجتناب کرتے تھے۔ میں اللہ کی قسم! مسلمانوں کے مال سے ایک پیسہ نہیں لیتا، جو کچھ کھاتا ہوں اپنی کمائی سے کھاتا ہوں۔ تم کو معلوم ہے کہ میں قریش میں سب سے زیادہ مالدار تھا اور میرا تجارتی کاروبار سب سے بڑا تھا۔ میں ہمیشہ نرم غذاؤں کا عادی رہا ہوں، اب تو میری عمر بھی زیادہ ہوگئی ہے، اس لیے مجھ کو نرم غذاؤں کی اور بھی ضرورت ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کسی شخص کو اس معاملے میں مجھ پر نکتہ چینی کا حق ہے۔ عرب میں ایک اور کھانا جسے درمک کہتے تھے بہت نفیس ہوتا تھا، یہ بھی طرح طرح کے عمدہ گوشتوں سے تیار کیا جاتا تھا۔ حضرت عثمانؓ اسے بھی شوق سے تناول فرماتے تھے۔

بایں ہمہ مزاج میں بڑی سادگی تھی، اس میں کسی قسم کے تکلف یا تصنع کو ہرگز کوئی دخل نہ تھا۔ شب میں تہجد کی نماز کے لیے اٹھتے تو وضو کا پانی خود لیتے تھے۔ کسی نے کہا: آپ کسی خادم سے کام کیوں نہیں لیتے؟ فرمایا: آخر رات تو آرام کرنے کے لیے ان کے واسطے بھی ہے۔

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ مسجد میں اپنی چادر کا تکیہ بنائے سو رہے تھے، اسی حالت میں دو سقّے لڑتے ہوئے آگئے تو آپ نے وہیں ان کا فیصلہ کر دیا۔

آپؓ نہایت رقیق القلب تھے، ان کے غلام ہانی کا بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ریش مبارک تر ہو جاتی تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبی، ج:۱،ص:۱۰)

جود وسخا آپ کی طبیعت کا جوہر خاص تھا۔ اسلام کے لیے اور فی سبیل اللہ آپ نے جس عالی حوصلگی سے خرچ کیا وہ تو آپ کی کتابِ فضائل کا

ایک روشن باب ہے ہی، اس کی علاوہ بھی لوگوں کی مالی امداد و اعانت کرنا آپ کا شیوۂ خاص تھا۔

حضرت عثمانؓ آئے دن لوگوں کو کھانے پر مدعو کرتے رہتے تھے، لیکن ان کو دارالامارت کا مکلّف کھانا کھلاتے اور خود گھر میں جا کر سرکہ یا زیتون کا تیل تناول فرمالیتے تھے۔

حضرت عثمانؓ کی ذات پیکرِ محامد و فضائل اخلاق تھی، لیکن حیا کا وصف معاصرین و رفقا میں طرۂ امتیاز تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کا بڑا لحاظ رکھتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ ازراہِ بے تکلفی آپ اس طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کا زانو کھلا ہوا تھا، حضرت ابوبکرؓ اور پھر حضرت عمرؓ آئے مگر آپ اسی طرح بیٹھے رہے، لیکن جب حضرت عثمانؓ آئے تو آپ نے زانوئے مبارک کو ڈھانپ دیا، لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا: ’’کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔‘‘ (کتاب المناقب، باب فضائل عثمان بن عفانؓ)

انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: ’’اَصْدَقُ اُمَّتِیْ حَیَاءً عُثْمَانُ‘‘ (میری امت میں حیا میں سب سے زیادہ سچا عثمان ہے)۔

حضرت عثمان فطرتاً کم سخن اور کم گو تھے، لیکن جب کسی موضوع پر اظہارِ خیال فرماتے تو گفتگو سیر حاصل کرتے اور بلیغ کرتے تھے، عبدالرحمٰن بن حاطب کا بیان ہے کہ اس وصف میں مَیں نے ان کا کوئی ہمسر نہیں دیکھا۔

طبیعت دقیقہ سنج واقع ہوئی تھی، کوئی خاص منظر یا کوئی خاص چیز دیکھتے تو اس سے حکیمانہ نکتہ پیدا فرماتے اور لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ منبرِ مسجد پر مسلمانوں کو افریقا (بلادِ مغرب) کی فتح کی خبر سنانے کے لیے بیٹھے تو چونکہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ خود اس معرکہ میں شریک تھے اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ نے آپ ہی کو یہ خوشخبری سنانے کے لیے مدینہ طیبہ بھیجا تھا اور وہ اس وقت مسجد میں موجود تھے، اس لیے امیر المومنینؓ نے ان سے فرمایا: تم کھڑے ہو اور مژدۂ فتح سناؤ! عبداللہ بن زبیرؓ نے تعمیلِ حکم کی، عبداللہ بن زبیر حضرت اسماءؓ کے صاحبزادے اور اپنے نانا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے صورت و شکل میں بہت مشابہ تھے، اس لیے حضرت عثمانؓ کی نگاہ جب ان پر پڑی تو مجمع سے خطاب کر کے فرمایا: لوگو! تم ان عورتوں سے نکاح کیا کرو جو اپنے والدوں اور بھائیوں پر ہوا کریں، میں ابوبکر صدیقؓ کی اولاد میں سے کسی بچے کو عبداللہ بن زبیرؓ سے زیادہ ان کے ساتھ مشابہ نہیں پاتا۔

حضرت عثمانؓ کو مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے ایک اہم شرف یہ حاصل ہوا کہ جب مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی تو حضرت عثمان بھی اس میں ایک معمار تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: مسجد کی تعمیر شروع ہوئی تو پہلا پتھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھایا اور اس کی جگہ رکھا۔ دوسرا پتھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اٹھایا اور اسی طرح رکھا، اب حضرت عثمانؓ کی باری تھی، انہوں نے بھی یہی کیا۔ (ایک دوسری روایت جو مسند ابو یعلی میں ہے، اس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد حضرت عمرؓ کا بھی نام ہے)۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے یہ دیکھا تو بولی: اے اللہ کے رسول! آپ دیکھ رہے ہیں، یہ دونوں کس طرح آپ کی مدد کر رہے ہیں۔ ارشاد گرامی ہوا: ہاں اے عائشہ! یہی تو میرے بعد میرے خلیفہ ہونے والے ہیں۔

(مستدرک حاکم، ج:۳، ص:۹۶، ۹۷)

کچھ دنوں بعد یہ مسجد ضرورت کے لئے ناکافی اور مختصر ہوگئی تو مسجد کے قریب ہی ایک قطعۂ زمین تھا جس میں اس کا مالک کھجوروں کا ذخیرہ رکھتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایما ہوا کہ اس قطعے کو خرید کر اسے مسجد میں شامل کیا جائے۔ حضرت عثمانؓ کو اس کا علم ہوا تو پیش قدمی کر کے ۲۰ یا ۲۵ ہزار درہم میں یہ قطعہ خرید لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر کی، آپ نے خوش ہو کر فرمایا: تم اس کو ہماری مسجد میں شامل کردو اور اس کا ثواب تم کو ملے گا۔ (البدایۃ والنہایۃ، ج:۳، ص:۱۷۷، بروایت مسند احمدؒ)

مدینہ طیبہ آنے کے بعد مہاجرین کو میٹھے پانی کی بڑی تکلیف تھی، بیر رومہ کے نام سے ایک کنواں تھا جس کا پانی شیریں تھا، لیکن قبیلہ بنو غفار کا ایک شخص اس کا مالک تھا اور وہ اس پانی کی ایک مشک ایک مُد (تقریباً دو سیر اناج) کے بدلے میں بیچتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو فرمایا: دیکھیں! بیر رومہ کون خریدتا اور اسے مسلمانوں کے لیے وقف کرتا ہے، اسے جنت ملے گی۔ حضرت عثمانؓ نے پھر پیش قدمی کی اور ۳۵ ہزار درہم میں اسے خرید کر وقف عام کردیا۔

عبادت: قربت الٰہی اور انابت الی اللہ کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، اس لیے اپنے چند در چند مشاغل اور گونا گوں مصروفیتوں کے باوجود عبادت کثرت سے کرتے اور فرائض و واجبات کے علاوہ مندوبات و نوافل کا بھی اہتمام کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے خاندان کی ایک جاریہ رہیمہ کا بیان ہے کہ آپؓ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے، اول شب میں سوتے تھے۔

قرآن کریم سے آپ کا بڑا شغف اور عشق تھا، بعض اوقات ایک شب میں ایک رکعت میں پورے قرآن کریم کی تلاوت کر جاتے تھے۔ نماز بے حد خشوع و خضوع سے پڑھتے تھے، اس میں اس درجہ محویت ہوتی تھی کہ گردوپیش کی کوئی خبر نہیں رہتی تھی، چنانچہ عین اس موقع پر جب کہ محاصرہ کے دنوں میں باغیوں نے قصرِ خلافت کے دروازوں کو آگ لگادی تو حضرت عثمانؓ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور انہوں نے سورہ طٰہٰ پڑھنی شروع کی تھی۔ باہر شوروغل ہو رہا تھا لیکن آپ سب سے بے خبر کمال طمانیت و یکسوئی کے ساتھ نماز میں مشغول رہے، پھر اسی عالم دار و گیر میں نماز ختم کی تو قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف ہوگئے۔ یہاں تک کہ شہادت کا واقعہ پیش آگیا۔ (طبری، ج:۴، ص:۳۸۹)

شہادت کے بعد حضرت حسان بن ثابتؓ نے جو مرثیہ لکھا تھا اس میں ایک شعر یہ بھی تھا:

منحو ابا شمط عنوان السجود به
يقطّع الليل تسبيحاً و قرآناً

ترجمہ: ”ظالموں نے ایک ایسے معمّر بزرگ کو ذبح کر دیا جن پر سجدہ کا نشان تھا، اور جو پوری شب تسبیح اور قرآن خوانی میں کاٹ دیتا تھا۔“

شمعِ رسالت کے پروانے سب ہی تھے اور حضرت عثمانؓ کی خصوصیت یہ تھی کہ یہ شرف دامادی رکھتے اور خود محبوبِ حبیبِ خدا تھے۔

عشق و محبت اور ادب و احترامِ نبوی کی وجہ سے ہر معاملہ میں مقدور بھر اتباعِ سنّت کا اہتمام کرتے اور اگر کوئی پاس ہوتا تو اسے جتا بھی دیتے تھے تاکہ دوسروں کو ترغیب ہو، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ مسجد میں وضو کے لیے بیٹھنے کی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حُمران بن ابان آپ کے لیے پانی لائے۔ حضرت عثمانؓ نے خوب اچھی طرح وضو کیا اور جب فارغ ہوگئے تو فرمایا: ”میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی چوکی پر بیٹھ کر اسی طرح خوب اچھی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔“ (صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب قول اللہ: ”یاایھا الناس ان وعداللہ حق“)

ایک مرتبہ حج کے موقع پر آپؓ مزدلفہ میں فروکش تھے، فجر کی نماز کے وقت روشنی کافی پھیل گئی تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: اگر امیر المؤمنین اس وقت منیٰ کے لیے روانہ ہوجائیں تو یہ عین سنت کے مطابق ہوگا۔ حضرت عثمانؓ یہ سنتے ہی اس سرعت سے چل پڑے کہ راوی کا بیان ہے: ”مجھے نہیں معلوم کہ عبداللہ بن مسعودؓ کا قول پہلے تھا یا حضرت عثمانؓ کی یہ یکلخت روانگی۔ حضرت عثمانؓ قربانی کے دن رمی جمرۃ العقبیٰ کرنے تک برابر تلبیہ کرتے رہے۔“ (بخاری، کتاب الحج، باب: متی یصلی الفجر بجمع)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ کبھی مسجد میں استراحت فرماتے تو پاؤں پر پاؤں رکھ کر لیٹتے تھے۔ سعید بن مسیّبؒ کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی مسجد میں اسی طرح لیٹتے تھے۔ (بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب الاستلقاء فی المسجد)

ایک مرتبہ وضو سے فارغ ہو کر مسکرائے، لوگوں نے اس موقع پر مسکراہٹ کا سبب پوچھا تو فرمایا: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک دفعہ وضو کے بعد اسی طرح تبسم کرتے ہوئے دیکھا ہے۔“

ایک مرتبہ مسجد کے ایک دروازہ پر بیٹھ کر بکری کا پٹھا منگوایا، اسے تناول فرمایا اور تجدید وضو کیے بغیر نماز کے لیے کھڑے ہوگئے، فراغت کے بعد ارشاد ہوا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ایک مرتبہ اسی جگہ بکری کا پٹھا نوش جان کیا تھا اور پھر وضو کیے بغیر نماز کے لیے کھڑے ہوگئے تھے۔“ (مسند امام احمد بن حنبلؒ، ج:۱، ص:۵۰)

ایک دفعہ حج کے موقع پر حضرت عثمانؓ اور ایک اور صحابی ساتھ طواف کر رہے تھے، ان صحابی نے طواف کرتے کرتے رکن یمانی کا بوسہ لیا، حضرت عثمانؓ نے ایسا نہیں کیا تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کا ہاتھ پکڑ کر ان سے بھی استلام کرانا چاہا۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے پوچھا: کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رکن یمانی کا بوسہ لیتے دیکھا ہے؟ وہ بولے: نہیں! آپؓ نے فرمایا: تو پھر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی سب سے بہتر نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، بے شک! (مسند امام احمد بن حنبلؒ، ص:۷۰، ۷۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ پروانہ وار عشق و محبت کا لازمی نتیجہ تھا کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کوئی بات اشارۃً و کنایۃً بھی فرمائی ہے تو حضرت عثمانؓ نے اس کو امر محکم کی طرح گرہ میں باندھ لیا ہے اور اس کی بجاآوری کو اپنا وظیفۂ زندگی سمجھا ہے، اس کی مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ باغیوں کا اصل مطالبہ خلافت سے دست برداری کا تھا اور ذاتی طور پر حضرت عثمانؓ کے لیے اس میں راحت اور آسائش بھی تھی، لیکن آپؓ نے جان دے دی اور اس مطالبہ کو محض اس لیے تسلیم نہیں کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے اس فتنے کی پیشگوئی کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا کہ فتنہ پسند ہزار مطالبہ کریں، لیکن خلافت کی جو قمیص اللہ نے ان کو پہنائی ہے، اسے وہ ہرگز نہ اتاریں۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب، فضائل عثمانؓ بن عفان)

(جاری ہے)

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

دعوتی وتبلیغی اسفار

ختم نبوت کانفرنس سانگی ضلع سکھر:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام سانگی میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ صدارت تھر بچانی سانگی درگاہ کے سجادہ نشین مولانا محمد طاہر تھر بچانی نے کی۔ تلاوت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پنوعاقل کے امیر قاری عبدالقادر چاچڑ نے کی۔ کانفرنس سے پنوعاقل مجلس کے راہنما مولانا توصیف احمد جالندھری، حضرت سائیں مولانا عبدالقادر ہالیجوی مدظلہ، مولانا محمد حسین ناصر، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی اور مولانا اسداللہ کھوڑو کے بیانات ہوئے۔ موخرالذکر کا بیان سندھی زبان میں ہوا، باقی بیانات اردو میں ہوئے۔ کانفرنس سے مقررین نے خطاب کرتے ہوئے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت بیان کی۔ نیز عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے مسلمانانِ ہندو پاک بالخصوص مسلمانانِ پاکستان کی عظیم الشان قربانیوں پر انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ہزاروں مسلمانوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرکے قادیانیت کے سیلاب کے سامنے بند باندھا۔ نیز ۱۹۷۴ء میں بھی قربانیاں پیش کیں، جس کے نتیجہ میں اس وقت کی پارلیمنٹ نے متفقہ آئینی ترمیم کے ذریعہ قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قراردیا۔ انتظامیہ کانفرنس غلام مرتضی شیخ، غلام شبیر شیخ، محمد عمران مہر، جناب ذبیح اللہ شیخ، محمد حامد عباسی، محمد زمان انڈھڑ نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ کانفرنس رات گئے تک جاری رہ کر اختتام پذیر ہوئی۔

گھوٹکی میں ختم نبوت کانفرنس:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ۳۱؍مئی کو عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت مجلس کے امیر مولانا سید نور محمد شاہ مدظلہ نے کی۔ کانفرنس کی دو نشستیں منعقد ہوئیں۔ مغرب کی نماز کے بعد کی نشست سے مولانا لطف اللہ سومرو، مفتی نور محمد لکھن، مولانا محمد حسین ناصر نے خطاب کیا۔ جبکہ عشاء کی نماز کے بعد کی نشست میں مولانا ضیاءالرحمٰن حیدری پنوعاقل اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کیا۔ کانفرنس کے انتظامات کی نگرانی ضلعی امیر مولانا سائیں نور محمد شاہ، مولانا محمد یوسف شیخ، حاجی غلام رسول سانگی اور مفتی نور محمد لکھن نے کی۔ علماء کرام نے کہا کہ قادیانی اپنے مغربی آقاؤں کے ذریعہ ہمارے آنے والے حکمرانوں اور مقتدر قوتوں پر دباؤ ڈلوا کر ختم نبوت کے قوانین کو ختم یا غیرموثر کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ انہیں غلط فہمی ہے کہ یہ قوانین ختم کردیئے جائیں گے یا ترمیم کے ذریعہ غیر موثر قرار دیئے جائیں گے۔ اسلامیانِ پاکستان اپنی جانوں پر کھیل کر ان قوانین کا تحفظ کریں گے۔ انہوں نے ملک کے مختلف حصوں میں انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ کے خلاف گستاخیوں پر مشتمل لہر اٹھنے پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلاف اٹھنے والی آوازوں کے پیچھے وہ لابیاں کام کررہی ہیں تاکہ گستاخ رسول کی سزا کا قانون ختم کیا جاسکے۔ کانفرنس رات گئے تک جاری رہی۔ (احسان احمد)

اسلام آباد وراولپنڈی میں ختم نبوت کورسز

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کے مبلغ مولانا محمد طیب سلمہ نے اسلام آباد کے دینی مدارس میں ختم نبوت کورسز کا اہتمام کیا۔ ۶؍جون کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس منتظمہ (عاملہ) کے اجلاس سے فراغت کے بعد سفر کا آغاز کیا۔ رات آرام وقیام خانقاہ وجامعہ عبیدیہ فیصل آباد میں رہا۔ حضرت شاہ صاحب نوراللہ مرقدہ (سیدی ومرشدی حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحبؒ متوفی ۳؍مئی ۲۰۲۴ء) کی وفات حسرت آیات ہوئی۔ جنازہ میں شرکت تو نصیب ہوئی لیکن جنازہ کے بعد آپ کی مرقد مبارک پر حاضری نہ ہوسکی۔ چنانچہ رات خانقاہ شریف میں گزاری صبح کی نماز کے بعد حضرت والا کی قبر مبارک پر حاضری، فاتحہ ومراقبہ کے بعد چناب نگر کا سفر کیا۔ چنانچہ ۷؍جون جمعۃ المبارک کا خطبہ اپنے مرکز چناب نگر میں دیا۔ شام ساڑھے چار بجے مدرسہ ختم نبوت اچھروال میں چند منٹ مدرسہ کے اساتذہ کرام مولانا محمد وسیم، قاری محمد علی سے ملاقات ہوئی۔ چند منٹ مدرسہ کا وزٹ کیا۔ پہلی مرتبہ حاضری ہورہی تھی۔ عصر کی نماز سے قبل اچھروال سے اسلام آباد کا سفر شروع کیا۔ عشاء کی نماز مرکز ختم نبوت اسلام آباد میں ادا کی۔ ۷؍جون صبح ۹ بجے جامعہ قاسمیہ الیف ۷/۴ کے طلبا میں ختم نبوت کورس منعقد ہوا، آزاد کشمیر مجلس کے ناظم مولانا عادل خورشید سلمہ

نے پروجیکٹر کے ذریعہ قادیانی عقائد وعزائم سے سامعین طلبا و اساتذۂ کرام کو آگاہ کیا۔ بعدازاں اسلام آباد کے مبلغ مولانا محمد طیب سلمہ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی خدمات سے آگاہ کیا۔ آخری بیان راقم الحروف کا ہوا۔ راقم نے قادیانیوں کی امت مسلمہ سے بغاوت اور امت مسلمہ سے متنازعہ مسائل و عقائد ختم نبوت واجرائے نبوت، حیات ووفات عیسیٰ علیہ السلام اور کذباتِ مرزا قادیانی پر لیکچر دیا۔ جامعہ قاسمیہ کے بانی مولانا عبدالکریم سلمہ ہیں جامعہ کا آغاز ۱۹۹۸ء میں ہوا۔ موقوف علیہ تک اسباق ہوتے ہیں۔ ۱۳۰ طلبا ۲۰ اساتذۂ کرام کی نگرانی میں تعلیم حاصل کررہے ہیں، یہ سلسلہ تقریباً گیارہ بجے تک جاری رہا۔ جامعہ قاسمیہ کے استاذ مولانا مفتی محمد عبداللہ نقشبندی سلمہ نے مہمانوں کو خیرمقدم کیا۔

جامعہ محمدیہ ایف ۶/۴ اہلِ حق کا قدیمی مرکز ہے۔ جس کے بانی حضرت مولانا ظہور احمد علوی مدظلہ ہیں، یوسف کذاب کیس سمیت تمام کیسوں میں جو سپریم کورٹ میں زیر سماعت ہوتے ہیں بانی جامعہ اپنے طلبا و اساتذۂ کرام سمیت سپریم کورٹ میں براجمان ہوتے ہیں۔ دورۂ حدیث شریف سمیت تمام اسباق پڑھائے جاتے ہیں اور سینکڑوں طلبا زیر تعلیم ہیں۔ ۷رجون ظہر کی نماز سے لے کر عصر تک تعلیمی سلسلہ جاری رہا۔ مجلس آزاد کشمیر کے ناظم مولانا عادل خورشید سلمہ نے تقریباً ایک گھنٹہ پروجیکٹر کے ذریعہ قادیانیوں کے عقائد وعزائم کے تار و پود بکھیرے۔ اسلام آباد کے مبلغ مولانا محمد طیب نے ختم نبوت خط وکتابت کورس، آل پاکستان سالانہ ختم نبوت کورس چناب نگر کی اہمیت وضرورت بیان کرتے ہوئے شرکت کی دعوت دی۔ آخری سبق راقم الحروف کا ''اوصافِ نبوت'' پر ہوا۔ حضرت مولانا ظہور احمد علوی مدظلہ، آپ کے فرزند ارجمند مولانا تنویر احمد علوی سلمہ، مولانا عبدالحمید جلالپوری سلمہ سمیت تمام اساتذۂ کرام نے دلچسپی سے سنا۔ مولانا خلیق الرحمٰن چشتی مدظلہ مجلس اسلام آباد کے ناظم نشرواشاعت ہیں، جامع مسجد مدنی میں خطیب وامام ہیں، اسی روز مغرب کی نماز کے بعد راقم کا ان کی مسجد میں مختصر درس ہوا۔

جامعہ عمر G-11/3 اسلام آباد: جامعہ کے بانی مشہور تبلیغی بزرگ مولانا حبیب اللہ مدظلہ دارالعلوم کراچی کے فاضل ہیں۔ آپ نے ۲۰۰۲ء میں مذکورہ بالا سیکٹر میں جامعہ کا آغاز کیا۔ جامعہ میں ۲۶ اساتذۂ کرام کی نگرانی ۴۰۰ طلبا کرام زیر تعلیم ہیں۔ بنین میں موقوف علیہ تک اور بنات میں دورۂ حدیث شریف تک تعلیم ہوتی ہے۔ ۱۵۰ بنات زیر تعلیم ہیں، ۷رجون مغرب کی نماز کے بعد عشاء تک تقریباً دو گھنٹے میں کورس ہوا۔ مولانا عادل خورشید نے پروجیکٹر کے ذریعہ، مولانا محمد طیب اور راقم نے ختم نبوت اور حیات عیسیٰ علیہ السلام پر لیکچر دیئے، نماز عشاء کے بعد کافی دیر بانی جامعہ سے مجلس رہی۔ موصوف نے اندرون و بیرون دعوت وتبلیغ کے ساتھ خاصا وقت لگایا ہے۔ مولانا مفتی محمد عبداللہ نے خصوصی شرکت کی۔ اگلے روز ۸رجون کو جامعہ خلفائے راشدین G-9/2 دارالمعارف میں کورس ہوا۔ جامعہ کے بانی جمعیت اہلسنت والجماعت اسلام آباد کے راہنما مولانا نذیر احمد فاروقی سلمہ ہیں، آپ نے جامعہ کا آغاز کیا۔ اس وقت جامعہ میں سینکڑوں طلبا زیر تعلیم ہیں۔ مولانا عادل خورشید نے پروجیکٹر کے ذریعہ لیکچر دیا، جبکہ راقم نے حیات عیسیٰ علیہ السلام پر اور مولانا محمد طیب سلمہ نے ختم نبوت پر سبق پڑھایا۔ مولانا حماد علی کی رفاقت ومعیت حاصل رہی۔

مولانا نور محمدؒ کا سانحۂ ارتحال

شہداد پور کے عظیم ادارہ دارالعلوم الحسینیہ کے استاذ الحدیث حضرت مولانا نور محمدؒ ۱۱رمئی ۲۰۲۴ء کو حرکت قلب بند ہونے سے انتقال فرماگئے۔ مرحوم نواب شاہ کے دیہاتی علاقہ میں ۲۶رجنوری ۱۹۶۴ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے آبائی علاقہ میں قرآن پاک حفظ کیا اور دارالعلوم الحسینیہ میں ۱۹۷۸ء میں گردان کی۔ حفظ کی تکمیل کے بعد تقریباً دس سال اپنی مادر علمی دارالعلوم الحسینیہ میں مزید زیر تعلیم رہے، جبکہ دورۂ حدیث شریف دارالعلوم کراچی سے کیا۔ ۱۹۸۹ء سے تاحیات دارالعلوم میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ موصوف اپنے سینہ میں عشق رسول سے موجزن اور دھڑکتا ہوا دل رکھتے تھے، قادیانیوں، گوہرشاہیوں اور دیگر فتنوں کا سنتے تو تڑپ اٹھتے، جہاں تک اس کی انسدادی کارروائی نہ کرتے، چین سے نہ بیٹھتے۔ متحرک اور فعال شخصیت کے مالک تھے۔ ان سے ہزاروں طلبا نے علوم نبوت حاصل کئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین مولانا محمد علی صدیقیؒ اور مولانا تجمل حسین سلمہ کی بھرپور سرپرستی فرماتے۔ ان کی رحلت ان کے خاندان اور مدرسہ کے لئے ہی صدمہ کا باعث نہیں بلکہ اہل علاقہ اور پاکستان بھر ان کی دعاؤں سے محروم ہوگیا۔ راقم مولانا تجمل حسین کی معیت میں ۲۳رمئی کو دارالعلوم الحسینیہ حاضر ہوا، جامعہ کے شیخ الحدیث ومہتمم مولانا محمد سلیم مدظلہ اور ناظم قاری عبدالرشید حفظہ اور ان کے بیٹے اور عزیزوں سے ملاقات کی اور مرحوم کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

ضروری وضاحت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز احمد
خانقاہ سراجیہ
نقشبندیہ مجددیہ
نزد کندیاں
ضلع میانوالی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے دو حوالہ جات ذیل میں اصل اور ترجمہ سمیت ملاحظہ فرمائیں:

ا...... ”یزید بیدولت از زمرہ فسقہ است توقف در لعنت او بنا بر اصل (قاعدہ) مقرر اہل سنت است کہ شخص معین اگرچہ کافر باشد تجویز لعنت نہ کردہ اند مگر آنکہ بہ یقین معلوم کنند کہ ختم او بر کفر بودہ کابی لہب جہنمی وامرتہ نہ آنکہ اوشاں لعنت نیست۔ ان الذین یؤ ذو ن اللہ و رسو لہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الآخرۃ“

(مکتوبات امام ربانی دفتر اوّل حصہ دوم ص ۱۷، مکتوب نمبر ۲۵۱، مطبوعہ نور کمپنی انارکلی لاہور)

ترجمہ: ”یزید بدنصیب فاسقوں کے زمرہ میں سے ہے۔ اس کی لعنت میں توقف کرنا اہل سنت کے مقرر کردہ اصول کی بنا پر ہے، کیونکہ انہوں نے معیّن شخص کے لئے خواہ وہ کافر ہو لعنت تجویز نہیں کی ہے، مگر یہ کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے، جس طرح کہ ابولہب جہنمی اور اس کی بیوی۔ یہ نہیں ہے کہ وہ لعنت کے سزاوار نہیں۔ (ارشاد الٰہی ہے) ان الذین یؤ ذو ن اللہ و رسو لہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الآخر ۃ۔ (الاحزاب:۵۷) یعنی بلاشبہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے۔“ (مکتوبات امام ربانی ج ۱ دفتر ۱ ص ۳۸۵، ایڈیشن خانقاہ سراجیہ کندیاں)

۲...... ”یزید بیدولت از اصحاب نیست در بدبختی او کرا سخن است کارے کہ آں بد بخت کردہ ہیچ کافر فرنگ نکند بعضے از علماء اہل سنت کہ در لعن او توقف کردہ اند نہ آنکہ از وے راضی اند بلکہ رعایت احتمال رجوع و توبہ کردہ اند۔“

(مکتوبات امام ربانی دفتر اوّل حصہ دوم ص ۳۳، مکتوب نمبر ۵۴ مطبوعہ نور کمپنی لاہور)

ترجمہ: بدنصیب یزید صحابہ (کرامؓ) میں سے نہیں ہے۔ اس کی بدقسمتی میں کس کو کلام ہے؟ جو کام اس بدقسمت نے کیا ہے کوئی فرنگی کافر بھی نہیں کرتا۔ علمائے اہلسنت میں سے بعض نے جو اس پر لعنت کرنے میں توقف کیا ہے وہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ اس (یزید) سے راضی ہیں بلکہ انہوں نے وہ (اس کے) رجوع اور توبہ کے احتمال کی رعایت سے کیا ہے۔ (مکتوبات امام ربانی ج ۱ دفتر ۱ مکتوب نمبر ۵۴ ص ۱۲۹، مطبوعہ خانقاہ سراجیہ کندیاں)

ان عبارتوں کو بار بار پڑھیں تو حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ یزید کو لعنت کرنے میں بعض علماء کا توقف کرنا۔ اہل سنت کے اس قاعدہ کے باعث تھا کہ ایک معین شخص پر لعنت نہ کی جائے جب تک کے اس کے کفر پر خاتمہ کا یقین نہ ہو۔ جیسے ابولہب اور اس کی بیوی کا کفر پر خاتمہ ہوا۔ وہ لعنت کے مستحق ہیں۔ رہا یزید تو اس پر بعض علماء کا لعنت سے توقف کرنا اس کے رجوع اور توبہ کے احتمال کے باعث تھا، ورنہ وہ لعنت کا سزاوار تھا۔

دونوں عبارتوں کے نتائج

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں: (۱) یزید بدنصیب تھا۔ (۲) یزید فاسقوں میں سے تھا۔ (۳) وہ لعنت کا سزاوار تھا۔ (۴) سورۃ احزاب میں ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں ملعون ہیں۔ نواسہ رسول سیدنا حسینؓ کی کربلا میں مظلومانہ شہادت سے آپ ﷺ کو جو ایذاء پہنچی، اس فعل قبیح کا ارتکاب یزید کے دور حکومت میں ہوا۔ حضرت امام ربانی کے استدلال کے مطابق اس آیت کی رو سے یزید دنیا و آخرت میں لعنتی ہے۔ (۵) یزید کی بدنصیبی و بدقسمتی میں کوئی کلام نہیں۔ (۶) جو کام (واقعہ کربلا کی طرف حضرت مجدد صاحب کا اشارہ) بدقسمت یزید نے کیا وہ فرنگی (عیسائی انگریز) بھی نہ کر سکے۔ (۷) علماء اہل سنت یزید سے راضی نہیں۔ (گویا جو یزید سے راضی وہ اہل سنت سے نہیں) سرسری طور پر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی ان متذکرہ عبارت سے درج بالا سات نتائج برآمد ہوئے ہیں۔

خانقاہ سراجیہ، کندیاں اپنے بانی کے دور سے لے کر موجودہ سجادہ نشین برادر صاحبزادہ خلیل احمد صاحب سلمہ، تک سبھی حضرات مناقشہ کربلاء میں بدنصیب، بدقسمت اور مستحق لعنت یزید کے ساتھ نہیں بلکہ نواسہ رسول، امام مظلوم سیدنا حسینؓ کے موقف کے ساتھ ہیں۔

خانقانہ سراجیہ حضرت مجدد الف ثانی کے سلسلۃ الذہب کی ایک سنہری کڑی ہے۔ اگر کوئی حضرت مجدد صاحب کے نظریات کے خلاف کوئی بات خانقاہ سراجیہ کے ذمہ داران کی طرف نسبت تو درکنار، اشارہ بھی کرتا ہے تو میں اس تحریری وضاحت کے ذریعہ اعلان کرتا ہوں کہ وہ ہماری خانقاہ شریف، ہمارے والد گرامی مرحوم اور ہم سے ناانصافی کرتے ہیں۔ ہم اس سے بری الذمہ ہیں۔

12
06
24

AZIZ AHMAD

عزیز احمد (خانقاہ سراجیہ کندیاں)

KHANQAH SIRAJIA NAQSH BANDIA MUJADADIA
NEAR KUNDIAN DISTRICT MIANWALI

7 ستمبر 1974 کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں قادیانیوں اور لاہوری گروپ کو متفقہ طور پر
غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا 7 ستمبر 2024 کو اس فیصلے کے 50 سال مکمل ہونے پر
بمقام
مینارِ پاکستان لاہور
بتاریخ
7
ستمبر بروز ہفتہ
بعد نمازِ عصر
2024
یوم الفتح
فقید المثال
تاریخی
عظیم الشان
ختمِ نبوت
گولڈن جوبلی
بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہو رہی ہے
زیر صدارت
پیر طریقت رہبر شریعت
حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خان خاکوانی
ولی کامل
امیر مرکزیہ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ نقشبندی مجددی حفظہ اللہ
علماء کرام مشائخ
قائدین، دانشور
اور قانون دان
خطاب فرمائیں گے
منجانب
مہمان خصوصی
قائد جمعیۃ
قائد ملت اسلامیہ
حضرۃ مولانا فضل الرحمن
دامت برکاتہم
مرکزی امیر جمعیۃ علماء اسلام
شعبہ نشر و اشاعت
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ لاہور
0300-4304277
0300-4275579
0302-4198012